رجب المرجب ۱۴۳۹ھ/ اپریل ۲۰۱۸ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دُنیا

بریلی شریف

APRIL 2018

■ بقلم خود

■ انوکھی تمنا

■ سید امام جعفر صادق اور ان کی نیاز پاک

■ برصغیر اور جدید مسلکی اختلاف! ایک جائزہ

■ خواجہ غریب نواز اور ہماری عقیدتیں

■ ملک العلما اور اصلاح معاشرہ

■ علامہ محمد لعل خاں مدراسی کلکتوی

■ اپریل فول کیا ہے؟

ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خان قادری

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی،
مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفٰے رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکز سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

APRIL-2018 رجب المرجب ۱۴۳۹ھ/اپریل ۲۰۱۸ء

زیرِ سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں
قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مدیرِ اعلیٰ

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
معین اختر رضوی، کمپیوٹر سیکشن جے آر ایم ہیڈ آفس

Issue 4 شمارہ نمبر ۴

Vol. 3 جلد نمبر ۳

نوٹ:

رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سُنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ:

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زرِ سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زرِ سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

سالانہ ۲۵۰/روپیے سادہ ڈاک سے	فی شمارہ ۲۰ روپیے	سالانہ ۵۰۰/روپیے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰/روپیے		دیگر ممالک ۳۵/امریکی ڈالر

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲/سوداگران، بریلی شریف، یوپی Cont. Add

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 :فون
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

حضور خواجہ غریب نواز کا ارشاد گرامی

"اہل سلوک کے نزدیک تیسری عبادت ادب اور عقیدت سے عالم بزرگ کے چہرے کی زیارت کرنا ہے، اس نظر سے جس سے زیارت ہوتی ہے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے جو اس کے حق میں قیامت تک اس کی بخشش کی دعا کرتا رہتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ عالموں کا درجہ عطا فرماتا ہے اور اس کے سبب یہ شخص اعلیٰ علّیین میں ایک درجہ حاصل کرلیتا ہے اور جو شخص علما سے منھ پھیرتا ہے وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہوجاتا ہے اور روایتوں میں آیا ہے کہ وہ قیامت کے روز ریچھ کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔" [ملخصاً]

منظومات

میرے غریب نواز

(از: علامہ سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ

رسول حق کی عطا ہیں میرے غریب نواز
سراپا صدق و صفا ہیں میرے غریب نواز

اسیر دین کیا نوّے لاکھ کافر کو
کرامتوں کی ضیاء ہیں میرے غریب نواز

نوازتے ہیں وہ ہر ایک کو بلا تفریق
یوں بحر جود و سخا ہیں میرے غریب نواز

زمانہ آج بھی ان کا رہین احسان ہے
معین دین ہدیٰ ہیں میرے غریب نواز

اٹھا نہ پائے گا باطل کبھی بھی سر اپنا
نفاذِ حق کی صدا ہیں میرے غریب نواز

جبین جھک گئیں دشمن کی دیکھ کر چہرہ
کمال نوری ادا ہیں میرے غریب نواز

یہ مانا غیر نے بھی دل پہ راج ہے ان کا
سنا ن خلق و وفا ہیں میرے غریب نواز

عبث ہے ذکر مصائب چلو چلیں اجمیر
مریض غم کی دوا ہیں میرے غریب نواز

بھلا میں کیوں نہ کہوں ان کی شان میں اشعار
کہ جان مدح و ثنا ہیں میرے غریب نواز

زمانہ ان کی عطاؤں پہ ناز کرتا ہے
نبی کے ایسے گدا ہیں میرے غریب نواز

حق کے چرخ کے وہ بن گئے قمر قدسیؔ
یوں یاد رب میں فنا ہیں میرے غریب نواز

ہر ذرۂ اجمیر چمکتا ہی رہے گا

(از: قاری دلشاد احمد رضوی، بنارس

ہر ذرۂ اجمیر چمکتا ہی رہے گا
گلشن علی کا ہے یہ مہکتا ہی رہے گا

حصے میں جس کے الفت احمد رضا نہیں
بغض و حسد کی آگ میں جلتا ہی رہے گا

غوث و رضا و خواجۂ اجمیر کا ہم پر
ابر کرم نواز برستا ہی رہے گا

کوثر کا جام خواجہ کے منگتوں کو ملے گا
ہر دشمن رسول ترستا ہی رہے گا

رضوی پہ فیض تاج شریعہ ہے اس لئے
بن کر نقیب دین چمکتا ہی رہے گا

علامہ ظفر الدیں کی ذات

(از: مفتی شمیم القادری، مظفر پور

رہبر راہ ہدیٰ علامہ ظفر الدیں کی ذات
وارث علم رضا علامہ ظفر الدیں کی ذات

ظلمت شب کا دیا علامہ ظفر الدیں کی ذات
نعمت خیر الوریٰ علامہ ظفر الدیں کی ذات

سوزش عشق نبی میں رات دن جلتے رہے
وہ غلام مصطفےٰ علامہ ظفر الدیں کی ذات

اہل سنت و جماعت کی نگاہ عشق میں
حق تعالیٰ کی عطا علامہ ظفر الدیں کی ذات

جان و دل ہوش و خرد ہو اعلیٰ حضرت پر نثار
تھامیاں کس نے کہا علامہ ظفر الدیں کی ذات

اعلیٰ حضرت نے عطا کی دولت عشق نبی
پھر کہا بیٹا مرا علامہ ظفر الدیں کی ذات

یہ حقیقت ہے حقیت اے شمیم القادری
مقتدی ہم، مقتدا علامہ ظفر الدیں کی ذات

خواجہ غریب نواز اور ہماری عقیدتیں

از: علامہ محمد رحمت اللہ صدیقی*

اسلام کی ترویج وتبلیغ میں صوفیا کا اہم رول رہا ہے، جماعت صوفیا کے ہاں دنیا نہیں ہوتی، امیر وغریب، کالے گورے اور زمینی تعصب بھی نہیں ہوتا، ان کے شب وروز یاد الٰہی میں گزرتے ہیں، ان کے پیش نگاہ ہر وقت رضائے الٰہی ہوتا ہے، انہیں معاش کی بھی فکر نہیں ہوتی، ہفتوں فاقوں پہ گزر جاتے ہیں، کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنا وہ اپنے عشق کی توہین سمجھتے ہیں، انہیں دینے کی عادت ہوتی ہے، لینا ان کے عمل کا حصہ نہیں ہوتا، ان کا دربار ہر وقت کھلا رہتا ہے، ان کی زبان میں جادوئی قوت ہوتی ہے، دوسرے لفظوں میں ان کی زبان میں کن کی صلاحیت ہوتی ہے، اس بات کی شہادت قرآن واحادیث سے ملتی ہے، انہیں قیام کے لئے محلوں کی تلاش نہیں ہوتی، زمینوں کا مزاج انہیں معلوم ہوتا ہے اور زمینوں کی ضرورتیں بھی انہیں معلوم ہوتی ہے، جہاں ضرورت کو مضطرب اور قلوب کو بے قرار دیکھا وہیں اپنی خانقاہ بنا لیتے ہیں، انہیں کسی کا خوف نہیں ہوتا، بڑی بڑی ظالم و جابر طاقتیں ان کے عزم سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں، قوت واقتدار ان کے قدموں میں سجدہ ریز ہوتے ہیں، زمین پہ فساد دیکھنا وہ اپنی فطرت کے خلاف سمجھتے ہیں، جبر وظلم اور ناانصافی کے خلاف ان کی تلواریں ہر وقت نیام سے باہر رہتی ہیں، جماعت صوفیا کی طاقت وتوانائی کا شاعر نے یوں اعتراف کیا ہے۔

بدل ڈالے نظام ہر دو عالم آن واحد میں
اگر ضد پر کوئی آجائے دیوانہ محمد کا

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

جماعت صوفیا کی خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کا کوئی وطن نہیں ہوتا، اشارۂ غیبی پا کر سمت سفر متعین کرتے ہیں، خلق خدا کو ان کے قرب میں تسکین کی دولت ملتی ہے، بھوکے، پیاسے اور ستم رسیدہ افراد کا ان کے پاس ہر وقت ہجوم ہوتا ہے، غربت انہیں عزیز ہوتی ہے اور ثروت سے انہیں نفرت ہوتی ہے، ان کی نگاہ ہر وقت اقتدار اعلیٰ یعنی خالق کائنات کی طرف لگی رہتی ہے، مشیت ان کی پرورش کرتی ہے اور خوف خدا ان کی حیات کا پیش لفظ ہوتا ہے، ایسے ہی بندگان خدا میں حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کا شمار ہوتا ہے۔

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی سیرت وسوانح پہ کوئی مستقل جامع کتاب نہیں ملتی، مختلف کتب ورسائل میں آپ کے اجمالی تذکار بکھرے ہوئے ہیں، آپ کی سیرت وسوانح کے حوالے سے جن کتابوں پر اعتماد کیا جاتا ہے ان میں طبقات ناصری، سیر الاولیا، سیر العارفین، رہ آورد اور فواد الفواد ہیں، آپ کے عرس کے ایام میں ایک زمانے سے مختلف اخبار ورسائل کے نمبرات نکلتے آرہے ہیں، ان میں جو مقالات شامل ہوتے ہیں وہ مذکورہ کتب ہی سے ماخوذ ہوتے ہیں، زیادہ تر مقالات لفظوں کے لبادے میں عقیدت کا بے تابانہ اظہار ہوتے ہیں، آپ کے حالات وملفوظات کا سب سے قدیم اور سب سے زیادہ اہم ماخذ ''سرور الصدور ونور البدور'' ہے جو آج تک زیور اشاعت سے آراستہ نہیں ہوئی ہے اور جس کے قلمی نسخے بھی اب ساری دنیا میں صرف دو تین ہی باقی رہ گئے ہیں، اس کا ایک قلمی نسخہ جھنجھنواں کے حضرت شاہ نجم الدین صوفی کی خانقاہ میں تھا جس کی ایک نقل ۱۳۰۱ھ میں تیار کی گئی اور وہ حبیب الرحمٰن شیروانی مرحوم کے ذخیرۂ کتب میں موجود ہے جو اب مسلم یونیورسٹی میں محفوظ کر دیا گیا ہے، یہ ۳۶۹ر صفحات پر مشتمل ہے۔

محدث علی الاطلاق شیخ اعظم حضرت عبد الحق محدث دہلوی

*مضمون نگار مجلہ پیغام رضا ممبئی کے مدیر اعلیٰ اور ایک معتبر اسلامی اسکالر ہیں۔

علیہ الرحمہ کی کتاب "اخبار الاخیار" شریف ہے، اس میں بھی حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کا ذکر انتہائی اختصار کے ساتھ ملتا ہے، حضرت شیخ اعظم اور سیدنا غریب نواز کے درمیان تین صدیوں سے زائد کا فاصلہ ہے، سیر الاولیا حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے وصال کے ۱۲۵ رسال بعد ترتیب دی گئی، اس میں جو معلومات درج ہیں، ان پر کچھ اضافہ شیخ جمال دہلوی مؤلف "سیر العارفین" نے کیا ہے، شیخ جمال دہلوی اور حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے درمیان قریب قریب تین صدیاں حائل ہیں، حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی حیات یا آپ کے وصال سے زیادہ قریب آپ کی حیات وخدمات پہ کوئی کتاب نہیں لکھی گئی جو لوگ آپ کے قرب کی لذتوں سے لطف اندوز ہوتے تھے انہوں نے بھی اس پہلو پہ کبھی غور نہیں کیا، انہیں یاد حق وذکر حق سے فرصت ہی نہیں ملتی تھی اگر فرصت ہوتی تو اس سمت ضرور توجہ دیتے۔

برصغیر ہندوپاک کی اسلامی تاریخ میں حضور سیدنا خواجہ غریب نواز ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، ہندستان میں آپ اسلامی تہذیب وثقافت کے معمار اوّل سمجھے جاتے ہیں، آپ نے اسلامی قدروں کے فروغ میں قائدانہ، مجاہدانہ اور سرفروشانہ رول بھی ادا کیا اور اسلامی قدروں کے فروغ کی راہیں بھی کشادہ کیں ہیں، یہ آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان کی فصیلوں پر کئی سو سال تک اسلامی پرچم لہراتا رہا، آپ جانتے تھے کے لوہا لوھے کو کاٹتا ہے، اس لئے سرکش بادشاہوں کی سرکوبی کے لئے آپ نے شہاب الدین غوری کو ہندوسان آنے کی روحانی دعوت دی، اگر ہندوستان کے مسلم حکمراں حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے اصولوں کو پیش نگاہ رکھتے تو ہندوستان پر کبھی غیروں کا تسلط نہ ہوتا، آج مسلمانوں کی خواری وزاری کا بھی یہی سبب ہے، بزرگوں سے جو انہیں وراثت ملی تھی اس کی دل سے قدر جاتی رہی، جو قوم قیادت وامامت کے لئے پیدا ہوئی تھی اس نے اپنے طرز عمل سے مقتدی ہونے کا حق بھی کھودیا۔

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز الٰہی آواز اور نبوی طرز زندگی لے کر رونق افزائے ہند ہوئے تھے، ان کی آواز میں بڑی قوت، توانائی اور تاثیر تھی، ان کے اشارے پہ ہواؤں کا رخ بدل جاتا تھا، ان کے فرامین قرآن واحادیث کا افشردہ اور عصارہ ہوا کرتے تھے، ان کی ہر سانس کو محفوظ کرنے کی سخت ضرورت تھی، ان کی حیات کے بکھرے ہوئے اوراق کو سمیٹنے کی ضرورت تھی اور ان کے ارشادات وفرمودات کو نصاب زندگی بنانے کی ضرورت تھی، لیکن کل کی دنیا سے ایسا نہ ہوسکا اور آج کی دنیا سے ایسا ممکن نہیں ہے، انہوں نے جو کامیاب زندگی کا تصور دیا تھا ہماری زندگی میں اس تصور کے نشانات بھی نہیں ملتے، ان سے وابستہ عقیدتیں ہمارا مذاق اڑاتی ہیں، ہم ان کی بارگاہ میں تسلسل کے ساتھ حاضری دیتے ہیں، ہماری حاضری صرف لینے کے جذبے کے تحت ہوتی ہے، ہماری عقیدتیں کھوکھلی ہیں، ہمارے نعروں میں صداقت نہیں ہے، ان کی نگاہ صرف ہماری عقیدت ہی پہ نہیں ہوتی بلکہ عقیدے پہ بھی ہوتی ہے، وہ عمل کے صرف ظاہری خدوخال ہی کو نہیں دیکھتے بلکہ ہمارے احساسات وخیالات کی زیریں لہروں کو بھی وہ دیکھتے ہیں، انہوں نے ہمارے لئے اپنا کردار چھوڑا ہے اور وہی کردار ہمارے لئے سب سے قیمتی دولت ہے، اگر ہم ان کے کردار کو اپنی زندگی کا ترجیحی حصہ بنا لیتے تو فتح ونصرت کی کلید آج بھی ہمارے ہاتھوں میں ہوتی۔

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

مناقب عقیدت کے پاکیزہ اظہار کا نام ہے اور سیرت و سوانح صداقت کی بکھری ہوئی کڑیوں کو سمیٹنے کا نام ہے، مناقب میں آپ اپنی عقیدت کو شرعی حدود میں رہ کر جس انداز میں چاہیں پیش کر سکتے ہیں، آپ سوالات کی زد میں نہیں آئیں گے، لیکن سوانح میں صداقتوں سے کہیں بھی آپ کا رشتہ ٹوٹتا ہے تو آپ سوالات کے گھیرے میں آجائیں گے، حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی کتاب حیات کا ہر ورق چاند کی چاندنی سے زیادہ صاف وشفاف ہے، ان کی حیات کی شفافیت کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ ان کی ذات بارگاہ خدا ورسول میں مقبول ہے، ہندوستان میں ان کی آمد حکم رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ

مہمان اداریہ

علیہ وسلم ہی کی بنیاد پر ہوئی تھی، ان کا جسم ہندوستان میں تھا لیکن ان کی روح ہر وقت دیار حبیب کا طواف کرتی تھی، ان کی ولایت وکرامت پہ بارگاہ رسالت کی مہر لگی ہوئی ہے، اس لئے انہیں ''عطائے رسول'' بھی کہا جاتا ہے اور ''ہندالولی'' بھی کہا جاتا ہے، وہ سرتاج اولیاء بھی ہیں اور سرگروہ اولیاء بھی ہیں، ان کی حیات کی صحیح تصویر لفظوں سے نہیں بنائی جاسکتی، ہم جیسے لوگ جب بھی ان کی شخصیت کو لفظوں کے حصار میں لانا چاہتے ہیں وہ حصار ٹوٹ جاتا ہے، ان کا ہر عمل عقل انسانی کو حیرت واستعجاب میں ڈال دیتا ہے، انہوں نے ایسے ملک میں سکونت اختیار کی جہاں قدم قدم پر مخالفتوں کا آتش فشاں تھا، لیکن انہوں نے اہل ہند کے سامنے ایسا کردار پیش کیا کہ مخالفتوں کے تمام آتش فشاں دیکھتے ہی دیکھتے ''باغ خلیل'' کا نظارہ پیش کرنے لگے، ان کی ذات عزم واستقلال کی اس منزل پہ نظر آتی ہے، جہاں کے تصور ہی سے اچھوں کے بال و پر جلنے لگتے ہیں، ان کے عزم کو دیکھ کر فولاد کا جگر بھی پانی پانی ہونے لگتا ہے، ان کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ اپنے اندر ایک جادوئی اثر رکھتا تھا، ان کے قدموں سے لگی ہوئی جوتیوں میں یہ قوت وتوانائی تھی کہ فضاؤں میں محو پرواز مجرم کو لمحوں میں قید کر کے بارگاہ میں پیش کر دیتی تھی، ان کے قدموں سے نسبت کا جب یہ کمال ہے تو ان کے حصار محبت میں رہنے والوں میں کتنا کمال رہا ہوگا، انہوں نے ایسی حکومت کے خلاف محاذ جنگ کھولا تھا جو طاقت وقوت میں غیر منقسم ہندوستان کے تمام فرمارواؤں سے ممتاز اور منفرد تھی، جس کے خلاف زبان کھولنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا، حکومت ہر طرح کے دفاعی ساز وسامان سے لیس تھی اور آپ بظاہر ہر طرح سے بے سروسامانی کے شکار تھے، آپ حکومت کی سرحد پہ نہیں تھے کہ شکست وریخت کی صورت میں جان بچا کر نکلنے کی راہ آسان ہو بلکہ آپ حکومت کے قلب میں بیٹھے ہوئے تھے، ہر وقت حکومت کے کارندوں کی آپ پہ نظر تھی، ایک دستہ جاتا تو دوسرا دستہ اس کی جگہ لے لیتا، حکومت کے پاس تمام متبادلات تھے، لیکن آپ کے پاس جان دینے کے علاوہ کوئی متبادل نہیں تھا، حکومت کے پاس زندگی کی تمام تر سہولتیں تھیں اور قلت کی صورت میں راہیں کھلی ہوئی تھیں، آپ بظاہر تمام تر سہولتوں سے محروم تھے پھر بھی حکومت مضطرب تھی اور آپ مطمئن تھے۔

حق وباطل کے درمیان ایسی معرکہ آرائی دنیا کی نگاہوں نے اس سے پہلے شاید ہی کبھی دیکھی ہو، حضور سیدنا خواجہ غریب نواز مسلسل سفر کی صعوبتیں جھیلتے ہوئے آئے تھے، ان کے پاس فوج بھی نہیں تھی، سامان حرب وضرب بھی نہیں تھا، سرچھپانے کے لئے مکان بھی نہیں تھا، کھانے پینے کا کوئی ذخیرہ بھی نہیں تھا اور باہر کی دنیا سے آپ کا کوئی رابطہ بھی نہیں تھا، اس کے باوجود حکومت کی پریشانی میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا، ایک مومن کامل کے اعتقاد کے سامنے کفر ہر محاذ پہ زیر وزبر ہو رہا تھا، آپ کو شہر بدر کرنے کی حکومت کی تمام تر کوششیں ناکام ہو چکی تھیں، مجبوراً اس نے اپنے ترکش کا آخری تیر استعمال کیا، یعنی اناساگر پہ پہرا لگا دیا، فوجیوں کو سخت تاکید کر دی گئی کہ پانی کا ایک قطرہ بھی اس فقیر کی کٹیا میں نہ جانے پائے، یہ اناساگر پورے اجمیر کے پانی کی ضرورتوں کو پورا کرتا تھا، چونکہ پانی انسانی زندگی کا اہم حصہ ہے، پانی کے بغیر کسی بھی انسان کا زیادہ دنوں تک زندہ رہنا بہت مشکل ہے، حکومت کو یقین ہو چلا تھا کہ پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں فقیر شہر چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گا، ادھر حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے رفقا کی تشویش بڑھنے لگی، آپ نے اپنے احباب کی تشویش کو محسوس کیا، آپ نے اپنے ایک خادم کو اپنا کوزہ دیا اور فرمایا کہ جاؤ اناساگر سے کہنا کہ تمہیں معین الدین نے بلایا ہے، آج کا خادم ہوتا تو پوچھتا کہ حضور کہاں اناساگر اور کہاں آپ کا یہ کوزہ؟ آپ ہماری بے بسی کا مذاق اڑا رہے ہیں، لیکن وہ خادم بھی غریب نواز کا تھا، حکم پاتے ہی اناساگر کے قریب پہنچ گیا اور اناساگر کو غریب نواز کا حکم سنایا، حکم سنتے ہی پورا اناساگر کوزہ میں سمٹ آیا بلکہ اناساگر ہی نہیں پورے اجمیر بلکہ ایک روایت کے مطابق پورے ہندوستان کا پانی اس کوزے میں سمٹ آیا، جس تیر کا

استعمال حکومت نے حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے خلاف کیا تھا، وہ تیر حکومت ہی کے قلب میں جا کر پیوست ہوگیا، پیاسوں کی چیخ وپکار کو سن کر حکومت کی آنکھوں سے نیند اڑ گئی، پورا اجمیر پیاس کی شدت سے تڑپنے لگا، شہر کے حالات کو دیکھ کر حکومت مجبور ہوگئی اور اس نے اپنے نمائندوں کو حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی خدمت میں بھیجا، نمائندوں کی روداد سننے کے بعد آپ نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ کوزہ اناساگر میں جا کر الٹ دو، کوزے کا الٹنا تھا کہ پھر حسب سابق اناساگر جل تھل ہوگیا پھر پورا شہر اناساگر کی طرف دوڑ پڑا، اس انسانی عقل کو حیران کر دینے والے واقعہ کے بعد خلق خدا کی عقیدتیں آپ کی طرف متوجہ ہوگئیں اور لوگ تیزی کے ساتھ دامن اسلام میں پناہ لینے لگے۔

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی طرف سے یہ پہلا دفاعی حملہ تھا، اس حملہ سے حکومت کی کمر ٹوٹ گئی اور اس نے محسوس کر لیا کہ اس فقیر سے نپٹنا آسان نہیں ہے، یہ ایک نفسیاتی جنگ تھی، ایک طرف کفر کی ریشہ روانیاں تھیں، دوسری طرف ایمان ویقیں کا اجالا تھا، کفر کانپ رہا تھا اور ایمان ویقیں کی چاندنی سے دلوں کی وادیاں روشن ومنور ہو رہی تھیں، انسانی تاریخ کی یہ اولین جنگ تھی، ایک طرف کفر تمام تر دفاعی آلات سے لیس تھا اور دوسری طرف چند نفوس قدسیہ تھے جن کے پاس بظاہر سر چھپانے کی کوئی مستقل جگہ نہیں تھی، جب سینوں میں براہیمی ایمان کا چراغ روشن ہوتا ہے تو جبر وظلم کے شرارے باغ خلیل میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور نمرودی سازشوں کا دیکھتے ہی دیکھتے جنازہ نکل جاتا ہے۔

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز نے کفر کے خلاف جو محاذ کھولا تھا تاحیات اسی محاذ پر کھڑے رہے، ان کی کتاب حیات کا ہر ورق استعجابی ہے، ہم ان کی بے پناہ عظمتوں کا تو اعتراف کرتے ہیں لیکن ان کی سیرت کے آئینہ میں خود کو نہیں ڈھالتے، ان کی ذات ہم سے چادر کا مطالبہ نہیں کرتی، پھول کا مطالبہ نہیں کرتی، اگر کی بتیوں کا مطالبہ نہیں کرتی، انواع واقسام کے کھانوں کا مطالبہ نہیں کرتی اور نہ مال وزر کا مطالبہ کرتی ہے بلکہ ان کی ذات ہم سے اس عمل کا مطالبہ کرتی ہے جس کی سند قرآن و احادیث سے ملتی ہو، جس کی سند اقوال صحابہ سے ملتی ہو اور جس کی سند پاکان امت سے ملتی ہو، اگر ہم ان کے مطالبات کو پورا کئے ہوتے تو آج عالمی پیمانے پر عموماً اور ملکی سطح پر خصوصاً ہمارا خون اتنا ارزاں نہ ہوتا، جانوروں کے تحفظ کے لئے سخت سے سخت تر قانون بنائے جارہے ہیں، جانوروں کو دیوتا کا روپ دیا جا رہا ہے لیکن ہمارے خون کی کوئی قیمت نہیں ہے، ہمارے ناموس کی کوئی اہمیت نہیں ہے، ہمیں گاجر مولی کی طرح کاٹ دیا جاتا ہے، ہمارے خون سے دیواریں رنگین کی جارہی ہیں، ہمارے ساتھ وہ سلوک ہو رہا ہے جس سے انسانیت شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہے، ہم پہ جو مظالم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں ہم اس کے خلاف آواز بھی بلند نہیں کر سکتے، اگر ہم ان مظالم کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں تو دنیا کی کوئی عدالت ہماری آواز سننے کے لئے تیار نہیں ہے، ایسا کیوں ہے؟ ایسا اس لئے ہے کہ ہم نے حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی ذات کو تو قبول کر لیا اور ان کی تعلیمات ان کے پیغامات اور ان کے ارشادات کو پس پشت ڈال دیا، انہوں نے جو اسلام کی تصویر پیش کی ہے، انہوں نے جو اسلامی زندگی کا پاکیزہ تصور دیا ہے، وہ تصور ہماری کتاب حیات میں دور دور تک نظر نہیں آتا، ڈاکٹر اقبال نے پوری اسلامی برادری کو سامنے رکھ کر یہ اشعار کہے ہیں اور ہم برصغیر کی مسلم برادری کو پیش نگاہ رکھ کر ان کے یہ اشعار نقل کرتے ہیں۔

کون ہے تارک آئین رسول مختار
مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعار اغیار
ہوگئی کس کی نگہ طرز سلف سے بیزار
قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں
واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذاں، روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں وہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحبِ اوصاف حجازی نہ رہے

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز اصول شریعت سے زندگی کے کسی موڑ پر ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوئے، انہوں نے تا حیات دین کے لئے جدو جہد جاری رکھی، ان کی حیات کا ہر ورق ریاضت ومجاہدے سے عبارت ہے، دین اسلام اپنے ماننے والوں سے قربانی کا مطالبہ کرتا ہے، دین اسلام کا قبول کرنا بہت آسان ہے لیکن اس کے اصولوں کو برتنا ''شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا'' ہے، حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی زندگی جہادی زندگی تھی، چونکہ ان سے ایک عالم کو فیضیاب ہونا تھا، اس لئے رحمت الٰہی ہمیشہ ان کی طرف متوجہ رہی، ان کے مجاہدات کی جو تصویریں کتابوں میں ملتی ہیں، ہر تصویر اپنے اندر جہان حیرت لئے ہوئے ہے، ان کا تعلق حسنی حسینی سادات گھرانے سے تھا، باغ رسالت مآب ﷺ کے پھول ہونے کے باعث ان کے جینے کا انداز بھی اورلوگوں سے مختلف تھا، ان کے والد ماجد اپنے وقت کے صاحب ثروت، صاحب علم اور صاحب زہد وتقویٰ تھے، ان کی والدہ ماجدہ کو اگر مریم ثانی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، لوگ اپنی عبادت پہ نازاں ہوتے ہیں لیکن ان پہ عبادت کو ناز تھا، حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی پرورش والدین کی دعاؤں اور تمناؤں کی آغوش میں ہوئی تھی، جب آپ کی عمر شریف پندرہ سال کی ہوئی تو والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، یعنی گلشن حیات کی دہلیز پہ خزاں کی یہ اوّلین دستک تھی، باب حیات پہ خزاں اس قدر جلد دستک دے گی آپ کو اس کی امید نہ تھی لیکن قدرت کا اپنا نظام ہے جو ازل سے چل رہا ہے اور ابد تک یوں ہی چلتا رہے گا۔

والد ماجد کے وصال کے بعد حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی عملی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، والد ماجد کی وراثت سے آپ کو ایک باغ اور ایک پن چکی ملی تھی، اب آپ کے زیادہ تر اوقات انھیں کی دیکھ ریکھ میں صرف ہونے لگے، چونکہ انھیں دونوں چیزوں پہ بظاہر آپ کی روزی روٹی کا دارومدار تھا، روزی روٹی تو ایک بہانا تھا در حقیقت یہیں سے حیات کے ایک نئے باب کو کھلنا تھا، ایک روز آپ باغ کی سینچائی میں مصروف تھے کہ اس زمانے کے مشہور مجذوب صفت بزرگ حضرت ابراہیم قندوزی باغ میں تشریف فرما ہوئے، آپ کی ان سے پہلے کوئی آشنائی نہیں تھی لیکن دل میں بزرگوں کے احترام کا چراغ ابتدا ہی سے روشن تھا، دیکھتے ہی آپ ان کے قریب پہنچے اور انھیں انتہائی ادب واحترام کے ساتھ ایک سایہ دار درخت کے نیچے بٹھایا اور میٹھے انگور کا خوشہ توڑ کر ان کی خدمت میں پیش کیا، حضرت ابراہیم قندوزی آپ کے اس سلوک سے بہت متاثر ہوئے، آپ نے انگور تو نہیں کھایا اپنی جھولی سے ایک کھلی کا ٹکڑا نکالا اور اپنے دانتوں سے چبا کر غریب نواز کے دہن مبارک میں ڈال دیا، کھلی کا کھانا تھا کہ غریب نواز کے دل کی دنیا بدل گئی، حجابات نگاہوں سے اٹھ گئے، دل میں دنیا کی محبت جو تھوڑی بہت تھی نکل گئی، تھوڑے دنوں کے بعد باغ اور پن چکی کو فروخت کیا اور ان سے جو رقم حاصل ہوئی اسے غربا اور مساکین میں تقسیم کردی، والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے حضور یہ عریضہ پیش کیا ''ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے، یہاں تعلیم وتربیت کا معقول انتظام نہیں ہے، ہم دین کی خدمت کرنا چاہتے ہیں اور دین کی خدمت بغیر علم کے نہیں ہوسکتی، اس سلسلے میں ہم آپ سے دعاؤں کے ساتھ اجازت چاہتے ہیں'' والدہ ماجدہ کی پیشانی نور مسرت سے چمک اٹھی، انہوں نے آپ کے چہرے کو بغور دیکھا اور خدمت دین کے لئے حصول علم کی اجازت دے دی، والدہ ماجدہ سے اجازت لینے کے بعد آپ نے سامان سفر تیار کیا اور حصول علم دین کے لئے نکل پڑے، آپ نے حصول علم دین کی غرض سے ان تمام شہروں کا سفر کیا جو اس زمانے میں علوم وفنون کے مراکز سمجھے جاتے تھے، ذوق علم بھی تھا اور ذہانت وفطانت بھی وراثت میں ملی تھی، پانچ سال کی قلیل مدت میں تمام علوم عقلیہ ونقلیہ میں کمال حاصل کرلیا۔

کتب تاریخ وسیر میں حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے اساتذہ کی کوئی فہرست نہیں ملتی، ہاں جن شہروں کا آپ نے سفر فرمایا ان کی فہرست ملتی ہے، جن اولیائے زمانہ سے آپ نے

ملاقاتیں کیں، ان میں مشاہیر زمانہ کی فہرست بھی ملتی ہے، اساتذۂ کرام میں صرف دو نام آتے ہیں، ایک نام حضرت شیخ شرف الدین اور دوسرا نام حضرت شیخ حسام الدین بخاری علیہما الرحمہ، دنیا میں ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں، جن سے ان کی براہ راست ملاقاتیں ہوتی ہیں، اگر ان سے ہماری ملاقات کبھی ہو جاتی تو ہم ان سے بہت کچھ معلوم کر لیتے کیونکہ ان کی حیات کا کوئی باب گرد آلود نہیں ہے، بارگاہ خدا ورسول میں ان کی ہر سانس مقبول ہے، آج پورے ایشیا میں جو دین اسلام روشن ہے یہ ان کے قدموں کا فیضان ہے، تاریخ ان کی حیات کی بکھری کڑیوں کو جوڑنے میں کیوں کامیاب نہیں ہوئی، اس کے کچھ وجوہات ہیں، ان کی ولادت ۵۲۷ھ میں ہوئی، ۵۴۲ھ میں انہوں نے اپنے وطن سیستان قصبہ سنجر سے برائے حصول علم سفر کا آغاز کیا، حصول علم کے لئے مختلف شہروں کا دورہ کرتے ہوئے ۵۸۶ھ اور ۵۸۷ھ کے درمیان ہندوستان کی سرزمین کو اپنے قدموں کی برکتوں سے سرفراز فرمایا، ۵۸۷ھ ہی میں آپ نے اجمیر معلیٰ کو اپنی دعوت وتبلیغ کا مرکز بنایا، جس وقت آپ اجمیر تشریف فرما ہوئے اس وقت آپ کی عمر شریف قریب قریب ساٹھ سال کی ہو چکی تھی یعنی آپ مسلسل ۴۵ رسال تک سفر کرتے رہے، ذکر خدا، ذکر حبیب خدا، اور خدمت خلق سے کبھی فرصت نہیں ملی، اس لئے اپنی حیات سے وابستہ واقعات کے جمع وترتیب کا کبھی دل میں خیال بھی نہیں آیا اور یہ چیز سلسلۂ چشتیہ کے معمولات کا حصہ بھی نہیں ہے، رفیقان سفر ہمیشہ بدلتے رہے، اس لئے احباب سفر نے بھی اس طرف توجہ نہیں دی، ہندوستان میں آپ کے قیام کی مدت ۴۵ / ۴۶ رسال ہوتی ہے، یہاں عمر نے شوریدگی میں غیر معمولی اضافہ کر دیا تھا، ہر وقت خلق خدا کی فکر تھی، بندوں کی پیشانیاں سجدوں کے نور سے روشن ہو جائیں ہر آنے والا وقت اس خیال کی شدت میں اضافہ کر دیتا، یہاں احباب وخدام کی جو جماعت آپ کے ساتھ تھی، ان میں بھی خوف وخشیت کا غلبہ تھا، اس لئے انھیں بھی آپ کے حال واحوال کو قلم بند کرنے کا خیال نہیں آیا، یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ آپ کی کتاب حیات کے بکھرے ہوئے اوراق کو سمیٹنے کی کبھی سنجیدہ کوشش نہیں ہوئی، یہ ہمارا قصور ہے، ان کی ذات اور ان کا کام ہر طرح کے شبہات سے بالاتر ہے، ان کی شخصیت کے حوالے سے کتب ورسائل میں جو شہادتین ملتی ہیں اگر وہ شہادتیں نہ بھی ہوتیں پھر بھی ان کی شخصیت کی مرکزیت میں کوئی فرق نہ آتا، تا حیات مدینے سے ان کا رشتہ مربوط رہا، انہوں نے وہی کیا جس میں مدینے کی رضا شامل تھی، مدینے کی رضا سے ہٹ کر سوچنا بھی ان کے مکتب عشق کے منافی تھا، ہر ملک کا ہر ملک میں سفارت خانہ ہوتا ہے جو اپنے ملک کی مثبت نمائندگی کرتا ہے، اسلامی مملکت کی راجدھانی مدینہ ہے، آپ کو مدینے سے بھیجا گیا تھا اور بااختیار بنا کر بھیجا گیا تھا، آپ کی ذمہ داریوں میں صرف خلق خدا کو سجدوں کی لذت سے آشنا کرنا ہی نہیں تھا، بلکہ اسلامی مملکت کی سرحدوں میں اضافہ کرنا بھی شامل تھا اور آپ نے یہ کام بحسن وخوبی انجام دیا، تاریخ کے سینے میں اس کے روشن شواہد موجود ہیں۔

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی کتاب حیات کا ہر ورق مدینے سے وفاداری کے نور سے روشن منور ہے، مدینے سے وفاداری مقصود زندگی بھی ہے اور معراج بندگی بھی، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد الانبیاء انسانوں میں سب سے افضل واعلی ہیں، اس کی بنیادی وجہ مدینے سے سچی وفاداری ہے، حضرت صدیق اکبر نے محبت رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا جو معیار اہل دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، ان کے بعد وہ معیار دنیا نے پھر کہیں نہیں دیکھا، وہ اپنی ہر ادا میں طاق تھے، مدینے سے وفاداری زندگی کے ہر شعبہ میں فتح وظفر کی کلید ہے، جو مدینے کا وفادار ہوتا ہے وہ کائنات میں خوشبو کی طرح پھیل جاتا ہے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے غبار محبت انسان کو یہ بشارتیں دیتی ہے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

لیکن خود مدینے کے وفادار کی آواز یہ ہوتی ہے

مہمان اداریہ

ہمارے دردِ جگر کی کوئی دوا نہ کرے
کمی ہو عشقِ نبی میں کبھی خدا نہ کرے
جان ہے عشقِ مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں
سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جاچکے دل کو قرار آئے کیوں

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کا جسم ہندوستان میں تھا مگر ان کا دل مدینے میں روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طواف میں مصروف رہا کرتا تھا، ان کی زندگی کی ہر سانس مدینے کے نام اور کام سے عبارت ہے، مدینے والے کی رضا سے ہٹ کر انہوں نے کبھی کوئی کام نہیں کیا، ان کی خلوت وجلوت سے یہی صدا بلند ہوتی تھی کہ ’’کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے‘‘ ہم ان کا نام تو بہت لیتے ہیں لیکن ہم وہ نہیں کرتے جو انہوں نے ہمیں کرنے کا حکم دیا ہے اور نام بھی لیتے ہیں تو اپنے کام کے لئے، ہمارے دل و دماغ میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ وہ اپنے کسی سائل کو محروم نہیں کرتے، جب وہ نوازنے پر آتے ہیں تو اتنا نوازتے ہیں کہ سائل کا دامن تنگ ہو جاتا ہے، یہ بات مبنی پر صداقت ہے مگر ہم نے کبھی سنجیدگی سے سوچا کہ جب ان کا نام لینے میں برکتیں اتنی ملتی ہیں کہ دامن تنگ ہو جاتا ہے تو ان کے مطالبات، ارشادات وفرمودات اور ان کی پاکیزہ سیرت کے آئینے میں خود کو ڈھالا ہوتا تو کتنی برکتیں ملتیں، ان کی ذات حقیقت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا ہے، وہ سر سے پاؤں تک عطائے رسول ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کے دربار میں جو بھی حاضر ہوتا ہے بامراد لوٹتا ہے، آقا اور غلام امیر اور غریب، ادنی اور اعلیٰ کا ان کے ہاں کوئی امتیاز نہیں ہے، چہرہ دیکھ کر نوازنا ان کے مشرب ومسلک کے خلاف ہے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ جن کی زندگی شریعت کے حدود میں گزرتی ہے، ان کے ساتھ ان کی عطاؤں کا انداز جدا ہوتا ہے، وہ ہم سے شریعت پہ عمل چاہتے ہیں وہ ہم سے شریعت پر استقامت چاہتے ہیں لیکن ہم ہر کام کرتے ہیں یہی نہیں کرتے، اس لئے ہماری عقیدتیں بے سند ہیں، ہم ان کے نام پہ خزانے کا منہ کھول دیتے ہیں، بے حساب مال وزر خرچ کرتے ہیں لیکن ہماری عقیدتیں خود ہم سے سراپا سوال بنی ہوئی ہیں کہ کیا ہم نے ان کے نام پہ کوئی ادارہ، کوئی یونیورسٹی، کوئی جامعہ، کوئی ملکی سطح کا ہاسپٹل اور غریبوں کی فلاح کے لئے کسی بڑے کارخانے کی بنیاد رکھی؟ آج اجمیر شریف میں جا کر دیکھئے بڑے بڑے ہوٹل، بڑے بڑے گیسٹ ہاؤس اور بڑے بڑے محلات بنے ہوئے ہیں، یہ سب حصول دنیا کے ذرائع ہیں، ان سے عقیدتوں کا کوئی رشتہ نہیں ہے، زائرین کی جتنی کثرت ہوگی دولت میں اسی قدر اضافہ ہوگا، ان کی درگاہ سے وابسطہ اکثر افراد کی نگاہیں زائرین کی جیب پہ ہوتی ہیں، عقیدتیں ہر جائز اور ناجائز مطالبات کے آگے خمیدہ سر ہو جاتی ہیں، اگر ہم حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے ارشادات و پیغامات کو اپنی زندگی کا حصہ بناتے تو ایسی صورت میں گھر بیٹھ کر ان کے روحانی فیضان سے سرشار ہو سکتے تھے، سچی عقیدتیں گھر اور در دونوں سے بے نیاز ہوتی ہیں، ان کی بارگاہ میں حاضری کے ہم قطعی مخالف نہیں ہیں، حاضری ہو اور بار بار ہو لیکن آداب شریعت کا دامن ہاتھوں سے چھوٹنے نہ پائے، آج خانقاہی نظام بدعات ومنکرات سے بوجھل ہو چکا ہے، اس کے تجدید نو کی شدید ضرورت ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے جس خانقاہی نظام کی حمایت کی ہے وہ ان کی کتابوں میں سمٹ کر رہ گیا ہے۔

آج ہند و پاک کی اکثر خانقاہیں اعلیٰ حضرت کے خلاف متحد ہو چکی ہیں، اعلیٰ حضرت ہر کام میں شریعت کی بالادستی چاہتے ہیں، ان کی ولادت اسی مقصد کی تکمیل کے لئے ہوئی تھی، انہوں نے قدم قدم پر شرعی اصولوں کو اعتبار بخشا ہے، ان کی کتاب حیات کے کسی ورق میں نفسانیت نہیں ملتی ہے، پاسداران شریعت کی تاریخ میں کئی صدیاں ان کی نظیر سے خالی ہیں، خانقاہیں ان سے اپنے غیر شرعی اصولوں کی سند چاہتی ہیں اور وہ سند دینے کے لئے کسی بھی صورت میں امادہ نہیں ہیں، عوام کا ایک بڑا طبقہ سراپا سوال بنا ہوا ہے کہ خانقاہوں میں جو غیر شرعی معمولات و مراسم انجام دیئے جاتے ہیں، علما ان کے خلاف آواز کیوں بلند نہیں

کرتے؟ عوام کا یہ مطالبہ درست ہے اور علما بھی اپنی مذہبی ذمہ داریوں سے غافل نہیں ہیں، وہ اپنی تحریر و تقریر میں گاہے بگاہے شدید مذمت کرتے ہیں، یہاں جمہوریت ہے اور خانقاہوں کو قانونی جواز حاصل ہے، مخالفتوں کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا، خانقاہیں معاش میں تبدیل ہو چکی ہیں، بہت کم خانقاہیں شرعی حدود میں آتی ہیں، ہمارا مخالف خانقاہوں کے منفی رویے کی روشنی میں ہماری تصویریں بناتا ہے اور عالمی برادری کے سامنے پیش کرتا ہے اور اسی منفی رویے کو بریلویت کا نام دیتا ہے جبکہ بریلویت اسلام سے ہٹ کر کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز توحید و رسالت کے نور سے سینوں کو روشن و منور کرنے کے لئے ہندوستان تشریف لائے تھے، بارگاہ رسالت سے انہیں جو ذمہ داری سونپی گئی تھی، اسے انجام دینے میں ان کا قدم کسی بھی مقام پر صراط مستقیم سے بال برابر الگ نہیں ہوا، انہوں نے اس انداز میں شریعت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پاسداری کی کہ ان کی کتاب حیات کا ہر ورق قیامت تک آنے والے مصلحین امت کے لئے نشان منزل بن گیا، ہم ان سے مانگنے کا ہر اعتبار سے جواز رکھتے ہیں اور وہ دینے کے لئے بھی ہر وقت امادہ ہیں بلکہ ان کے خزانے کا منہ ہر وقت سائلین کے لئے کھلا رہتا ہے، آنے والے آتے ہیں اور اپنے ظرف کے مطابق لے کر جاتے ہیں، ہم ان سے مانگیں اور ضرور مانگیں لیکن مانگتے وقت ہماری نگاہ ان کے کردار و عمل پہ بھی ہونا چاہیے، ہمارے لئے سب سے بڑا سرمایہ ان کا کردار و عمل ہے، ان کے کردار و عمل کی پیروی میں کائنات کی سعادتیں سمٹی ہوئی ہیں، دعوت و تبلیغ کے لئے انہیں جو زمین دی گئی تھی وہ کفر و شرک کی تاریکیوں میں ہر سمت سے گھری ہوئی تھی، انہوں نے کفر و شرک کی تاریکیوں کو عشق و عرفان کے نور میں تبدیل کر دیا، انہوں نے اپنے کردار و عمل کی تلوار سے کفر و شرک کی جڑوں کو کاٹ کر رکھ دیا، دنیا کی کوئی طاقت ان کے مشن کو پھیلنے سے روک نہیں سکی، ان کا مشن توحید و رسالت کے نور سے سینوں کو منور کرنا تھا، جب تک ہماری نگاہیں ان کے مشن پر رہیں، فتح و ظفر کی کلید ہمارے ہاتھوں میں رہی، وہ قدم قدم پر کامیاب تھے اور ہم قدم قدم پر ناکام ہیں، جس وقت وہ وارد ہند ہوئے تھے، ان کے رفقا کی مجموعی تعداد چالیس افراد پر مشتمل تھی، چالیس افراد سے پورا غیر منقسم ہندوستان خوف زدہ تھا، آج ان کے اہل عقیدت چالیس کروڑ سے بھی زائد ہیں، وہ چالیس ہو کر بھی دنیا پہ غالب تھے اور ہم چالیس کروڑ ہو کر بھی مغلوب ہیں۔

سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں، اس میں شخصیاتی اعتبار سے کچھ مہینے ایسے ہیں جو مسلمانوں کے لئے عید سے بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں، ان میں رجب المرجب بھی ہے، رجب المرجب کا چاند طلوع ہوتے ہی پورے برصغیر ہند و پاک کے مسلمانوں میں خوشی و مسرت کی ایک عجیب سی لہر پھیل جاتی ہے، حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے ذکر و فکر سے گلیاں مسکرانے لگتی ہیں، ٹولیاں بنتی ہیں، جماعتیں بنتی ہیں، قافلے تیار ہوتے ہیں اور سب کا رخ اجمیر معلیٰ کی سمت ہوتا ہے، روکنے والے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، فتوے دیئے جاتے ہیں اور انہیں اشتہار کی شکل میں پھیلایا جاتا ہے، پوسٹر دیواروں پر چسپا کئے جاتے ہیں لیکن کاروان عقیدت اس طرح کی رکاوٹوں کو اپنے قدموں سے روندتے ہوئے حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے حضور حاضر ہوتے ہیں، عقیدت کا یہ اظہار یہ قابل صد تکریم ہے، اگر اس عقیدت میں قدم قدم پر اصول شریعت کا احترام بھی شامل ہو تو یہ عقیدت ہمارے لئے دارین کی سعادتوں کے ابواب کھول دے گی، حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کا ہم سے یہی مطالبہ ہے کہ عقیدت میں شریعت کا التزام نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پائے، ہمارے عمل کی ہر تصویر پر دنیا نگاہ جمائے ہوئے ہے، ہماری ہر تصویر کیمرے میں محفوظ کی جا رہی ہے، اس لئے ہمیں اپنے آقاؤں کے دربار میں حاضری کے وقت بہت زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے آقاؤں کی بارگاہوں میں حاضری کے جو اصول بتائے ہیں، ہمیں ان کے بتائے ہوئے اصولوں کو عمل کی زمین پر اتارنا ہوگا، اعلیٰ حضرت وارث انبیا بھی ہیں اور وارث اولیا بھی، آقاؤں سے

جڑے رہنے کی تحریک کے وہ سب سے بڑے محرک ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو آج برصغیر ہندوپاک میں آقاؤں کی کوئی چوکھٹ سلامت نہ رہتی، انہوں نے عقیدتوں کو دلائل کی زبان عطا کر دی ہے، وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آقاؤں سے الگ ہو کر مسلمان اپنا دین بچا نہ پائے گا جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں کسی کے گنبد و مینار کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے لئے خواجہ غریب نواز کا گنبد کافی ہے، وہ لوگ تعصب و تنگ نظری اور گروہی عصبیت کے مہلک مرض میں مبتلا ہیں، انہیں کسی طبیب حاذق کی صحبت میں بیٹھنے کی شدید ضرورت ہے، جس وقت ہماری عقیدتوں سے بزرگوں کی بارگاہوں میں حاضری کے جواز کی سندیں مانگی جا رہی تھیں، اس وقت وہ کہاں تھے؟ اور آج بھی ان کے اندر اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ جواز کی سندیں فراہم کر سکیں، انہیں جواز کے لئے اعلیٰ حضرت ہی سے رجوع کرنا ہوگا، اعلیٰ حضرت سے ہٹ کر حضور سیدنا خواجہ غریب نواز سے محبت کا ہر دعویٰ جھوٹا ہوگا، وہ شخص فیضان غریب نواز سے شادکام ہو ہی نہیں سکتا جس کے دل میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ سے عداوت ہوگی، اعلیٰ حضرت نے عظمت رسالت اور ناموس اولیائے امت کی اس انداز میں محافظت کی ہے کہ جو ان کی مخالفت کرتا ہے وہ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم سے محروم ہو جاتا ہے، چاہے اس کا رشتہ کسی بھی خاندان سے ہو، ہم نسبتوں کا احترام کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے، یہ احترام کا سبق بھی ہمیں اعلیٰ حضرت ہی نے دیا ہے، جنہیں اپنا دین پسند ہوگا، جنہیں نبی کی محبت عزیز ہوگی، وہ اعلیٰ حضرت کے یقیناً وفادار ہوں گے۔

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کا دربار سب کے لئے ہر وقت کھلا رہتا ہے، وہ اپنے دشمنوں کو بھی منع نہیں کرتے، یہی اخلاق نبوی ﷺ ہے، برصغیر ہندوپاک میں آپ کی ذات اخلاق نبوی ﷺ کا سب سے صاف و شفاف آئینہ ہے، ۸ر سو سال سے زائد کا عرصہ بیت گیا پھر بھی اس آئینے کی واقعیت اور شفافیت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے اور ان شاء اللہ صبح قیامت تک یہ آئینہ یوں ہی چمکتا، دمکتا اور اجالوں کی خیرات بانٹتا رہے گا، انہیں ہند کا راجا بھی کہا جاتا ہے، یقیناً وہ ہند کے راجا ہیں اور ہم ان کی رعایا ہیں، وہ اپنے راجا ہونے کا حق تو ادا کر رہے ہیں لیکن ہم ان کی رعایا ہونے کے حق سے غافل ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہم غیروں کے زیر اثر ہیں اور اس وقت تک غیروں کے زیر رہیں گے جب تک ان کے اخلاق و کردار کے آئینے میں خود کو ڈھال نہیں لیتے۔

حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مملکت میں ان لوگوں کو بھی رہنے کے حق سے محروم نہیں کرتے جو ان کی بے پناہ عظمتوں کے منکر ہیں اور رسول دشمنی جن کا شناختی نشان ہے، ادھر چند سالوں سے علمائے دیوبند حضور سیدنا خواجہ غریب نواز سے اپنا شجرہ جوڑنے میں خون جگر جلا رہے ہیں، جبکہ رسول دشمنی اور اولیا بے زاری ان کے مکتب زندگی کے نصاب کا جلی عنوان ہے، ہماری زندگی عظمت رسالت اور شوکت اولیا کے اظہار کے لئے دلائل و شواہد ڈھونڈنے میں ہمہ تن مصروف رہتی ہے اور وہ تنقیص رسالت اور تضحیک اولیا کے لئے دلائل کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں، ان سے ہماری محاذ آرائی کے یہی بنیادی اسباب ہیں، یہ چیزیں اگر وہ اپنے نصاب زندگی سے ہٹا لیتے ہیں تو ان سے ہمیں گلے ملنے میں کسی طرح کا پس و پیش نہ ہوگا، گزشتہ سال یہ خبر اخبارات کی زینت بنی تھی کہ "جمعیۃ العلما" کے ایک وفد نے اجمیر معلیٰ حاضر ہو کر حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کے حضور پر جوش نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے، نذرانۂ عقیدت پیش کرتے وقت معمولات اہل سنت ان کے پیش نگاہ تھے، انہوں نے اپنے بزرگوں کے فتاوے کا قطعی خیال نہیں کیا، ادھر چند دنوں سے اخبارات میں یہ خبر آ رہی ہے کہ اجمیر معلیٰ میں "جمعیۃ العلما" نے زائرین حضور سیدنا خواجہ غریب نواز کی سہولت کے لئے میڈیکل کیمپ لگایا ہے اور درگاہ سے وابستہ افراد ان کی قصیدہ خوانی میں مصروف ہیں، ان کا یہ بیان بھی میڈیا کی زینت بن رہا ہے کہ تقسیم ہند کے بعد مزار خواجہ غریب نواز پہ چادر پوشی، گل پوشی اور فاتحہ خوانی کا سلسلہ "جمعیۃ العلما" ہی کی کوششوں سے شروع ہوا، ممکن ہے کچھ دنوں کے بعد خانقاہ سے وابسطہ افراد کا یہ بھی بیان آجائے کہ خواجہ غریب نواز کے مزار کی تعمیر و توسیع میں بھی علمائے

دیوبند نے اہم رول ادا کیا ہے اور اکبری گیٹ، شاہ جہانی مسجد اور دوسرے آثار کی تعمیر وتزئین اور تشہیر میں بھی علمائے دیوبند کا خون جگر شامل ہے، مذکورہ آثار غلطی سے اکبر اور شاہ جہاں کی طرف منسوب ہو گئے ہیں۔

یاد رہے کہ یہ وہی ''جمعیۃ العلما'' ہے جس کے بزرگوں کی کتابوں میں یہ عبارت دیکھی جاسکتی ہے کہ خواجہ غریب نواز کے مزار پہ حاضری کی نیت سے اجمیر کا سفر کرنا زنا کرنے سے بھی بدتر ہے، کچھ سالوں پہلے ذاکر نائک نے یہ بیان دیا تھا کہ اگر ہندوستان پہ ہماری حکومت ہو جاتی ہے تو ہم ملک میں سارے مزارات پہ بلڈوزر چلوا دیں گے، آج بھی علمائے دیوبند اپنی تحریر وتقریر میں اولیا بے زاری کا کوئی موقع ہاتھ سے ضائع ہونے نہیں دیتے، اگر ان کی رسول دشمنی اور اولیا بے زار بیانات اکٹھا کئے جائیں تو کئی مجلدات تیار ہو جائیں، ان کی اس عقیدہ فروشی کے پس پشت ان کے کچھ خاص مقاصد ہیں، ہم ان کے خفیہ مقاصد کی نقاب کشائی ان شاء اللہ بعد میں کریں گے، گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا وہابیہ دیابنہ کی فطرت کا حصہ ہے، ان کی تقیہ بازی شہرت رکھتی ہے، ان کے تضادات سے بھی دنیا خوب اچھی طرح واقف ہے، جن اختیارات وتصرفات کو وہ انبیا و اولیا کے لئے کفر و شرک سمجھتے ہیں، وہ سارے اختیارات وتصرفات اپنے گھر کے بزرگوں کے لئے عین اسلام سمجھتے ہیں۔

اس وقت عالمی حالات عموماً اور ملکی حالات خصوصاً مسلمانوں کے حق میں نہیں ہیں، اپنے ملک میں مسلمانوں کا خون پانی سے بھی ارزاں ہو چکا ہے، سیاسی طاقتیں ہمیں حاشیے پر بھی دیکھنا نہیں چاہتیں، ہم اپنی بے بسی، بے کسی اور بدحالی کی کسی سے شکایت بھی نہیں کرسکتے، ہماری آہ وفریاد عدالتوں کی دیوار و در سے ٹکرا ٹکرا کر دم توڑ دیتی ہیں، ہم بے سروسامانی کے نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں، ایسے حالات میں محبوبان الٰہی کی چوکھٹ ہی ہمارے لئے امید کی آخری کرن ہے، ہم جیسے بھی ہیں خواجۂ خواجگان، فخر ہندوستان، عطائے رسول کی غلامی کا پٹہ ہماری گردنوں میں ہے، ہم دور دراز کا سفر طے کرکے ان کے دربار پر انوار میں حاضر ہوتے ہیں، ہم جہاں ذاتی مشکلات کا ان سے ذکر کریں وہیں ملک میں اپنی آبرومندانہ زندگی اور امن وعافیت کی بھی دعائیں کریں، دعائیں اجتماعی بھی ہوں اور انفرادی بھی، اگر ان کی بارگاہ میں ہماری پردرد دعائیں قبول ہو جاتی ہیں تو یقیناً طاغوتی طاقتوں کے سر خمیدہ ہوں گے، ہم رجب المرجب کے اس بابرکت مہینے میں زائرین اور حاضرین کو تہ دل سے مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ہم سب کو فیضان غریب نواز سے شادکام فرمائے، آمین۔

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افکار ونظریات کا ترجمان ہے، دعا کریں کہ یہ یونہی حق اور اہل حق ترجمانی کا حق ادا کرتا رہے، ہم اپنی گفتگو کو استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں بریلوی کے اس شعر پہ ختم کرتے ہیں۔

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
نہیں محروم کبھی مانگنے والا تیرا

■■■

ص ۵۸ رکا بقیہ..................

اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ ان کے فتاویٰ اور دیگر تصنیفات میں اصلاح کے پہلو وافر مقدار میں موجود ہیں، پروردگار عالم ان کی قبر پر رحمتوں کے پھول برسائے اور ان کے علمی خزانوں سے ہم سب کو استفادہ کی توفیق بخشے آمین ثم آمین۔

■■■

ص ۵۰ رکا بقیہ..................

وقاری محمد اشفاق عالم، خطیب وامام مسجد اہلسنت گرین اویونیو، حضرت مولانا محمد محمود عالم صاحب بانی دار العلوم شیدائے اسلام، حضرت مولانا منظور عالم، حضرت مولانا نذیر الاسلام اشرفی، حضرت مولانا مظہر حسین سعدی، حضرت قاری نواب علی نوری، حضرت قاری وسیم رضا رضوی، حضرت قاری نور نواز، مدرس دار العلوم غوث اعظم، حضرت قاری ابوالکلام نوری، مولانا جلیس رضا نظامی دار العلوم فیضان شمسیہ وغیرہ شریک رہے۔

رپورٹ: طلبائے جامعہ اسلامیہ یتیم خانہ، نیا نگر میرا روڈ ممبئی

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

یوم سہ شنبہ کے فضائل و معمولات

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سید العرب والعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منگل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''یوم دم قالوا وکیف ذالک یا رسول اللہ قال رسول اللہ ﷺ لان فیه حاضت حواء وقتل ابن آدم اخاه۔ یعنی منگل خون کا دن ہے صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ کس طرح؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس لئے کہ منگل کے روز حضرت حوا کو خون حیض جاری ہوا، اور آدم کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا۔'' [جامع صغیر، جلد ۲ ص ۵۴۹]

حدیث پاک میں ہے ''ان یوم الثلاثاء یوم الدم وفیه ساعة لا یرقأ۔ منگل کا دن یوم خون ہے، اس میں ایک ساعت (لحظہ) ہے جس میں خون نہیں تھمتا۔''

یوم سہ شنبہ

منگل کا دن امراض کا دن ہے اسی دن اللہ تعالیٰ نے امراض کو پیدا فرمایا جیسا کہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے:

''خلق اللہ الامراض یوم الثلاثاء وفیه انزل ابلیس الی الارض وفیه خلق اللہ جهنم وفیه سلط اللہ ملک الموت علیٰ ارواح بنی آدم وفیه قتل قابیل هابیل وفیه توفی موسیٰ وهارون وفیه ابتلی ایوب۔ اللہ تعالیٰ نے منگل کے دن مرضوں کو پیدا فرمایا اور منگل کے روز ابلیس زمین پر اتارا گیا اور اسی روز اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا فرمایا اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بنی آدم پر مسلط کیا اور منگل کے دن قابیل نے حضرت ہابیل کو قتل کیا اور اسی دن سیدنا حضرت موسیٰ وسیدنا حضرت ہارون علیہما السلام نے وفات پائی اور اسی دن سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام مرض میں مبتلاء ہوئے۔''

[فیض القدیر شرح جامع صغیر جلد ۱، ص ۴۷]

ابن جریر فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر نے فرمایا ہے کہ ہمارے علم میں ہے کہ تین شخصوں نے منگل کے دن سینگی لگوائی اور مر گئے مگر اس ساعت کو پوشیدہ رکھا گیا ہے تا کہ لوگ سینگی لگوانے سے سارا دن پرہیز کریں تا کہ مصائب کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ [فیض القدیر، جلد ۲ ص ۵۴۹]

سہ شنبہ کے اہم واقعات

منگل کے دن سات آدمیوں کو قتل کیا گیا (۱) جرجیس علیہ السلام (۲) حضرت یحیٰ علیہ السلام (۳) حضرت زکریا علیہ السلام (۴) فرعون کے جادوگر (۵) حضرت آسیہ فرعون کی بیوی (۶) بنی اسرائیل کی گائے (۷) حضرت ہابیل۔

حضرت جرجیس علیہ السلام کے قتل کا بیان

حضرت جرجیس علیہ السلام دردپانہ بادشاہ جو بت پرست تھا کے زمانہ میں گزرے ہیں، اس بادشاہ نے ایک دن ایک تخت قائم کیا اور اس پر بتوں کو رکھا اور ان کو جواہرات اور موتیوں سے آراستہ کیا، کستوری اور کافور سے خوشبودار کیا، تخت کے سامنے آگ جلائی جو شخص اس کے بت کو سجدہ کرتا تھا، اس کو چھوڑ دیتا تھا اور جو سجدہ کرنے سے انکار کرتا اسے آگ میں پھینک دیتا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت جرجیس علیہ السلام کو اس بادشاہ کی ہدایت کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا، آپ نے بادشاہ کو اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی طرف دعوت دی اور فرمایا بادشاہ تو کیوں ایسے بتوں کی پرستش کرتا ہے جو نہ کوئی بات سن سکتے ہیں اور نہ کچھ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی کسی مصیبت کو دفع کر سکتے ہیں؟ بادشاہ نے کہا کہ جب سے میں نے بتوں کی عبادت شروع کی ہے تو

*مضمون نگار، مدرسہ عربیہ رحمانیہ رحمان گنج، بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

مال و دولت اور دیگر نعمتوں سے مالا مال ہو گیا ہوں مگر تیرے رب کی عبادت سے مجھے کوئی نعمت نہیں ملی ہے، حضرت جرجیس علیہ السلام نے فرمایا دنیا کی نعمتیں فانی ہیں اور جلد زائل ہو جاتی ہیں اور جنت کی نعمتیں دائمی ہیں اور اس مسئلہ پر کافی بحث و مباحثہ ہوتا رہا، آخر کار بادشاہ نے حضرت جرجیس علیہ السلام کے قتل کا حکم دے دیا اور حکم دیا سرسوں اور سرکہ کھولا یا جائے پھر اس کو جرجیس علیہ السلام کے بدن پر انڈیل دیا جائے اور لوہے کی قینچیوں سے ان کے بدن کے گوشت ایسے کھینچ لو کہ سوائے ہڈیوں کے کچھ نہ رہے، چنانچہ ظالموں نے یہ سب کچھ کیا مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوبارہ آپ کو بہتر صورت میں زندہ فرمادیا تو آپ نے بلند آواز سے بادشاہ کو فرمایا: اے کافر! لا الہ الا اللہ پڑھ، بادشاہ غصہ میں آیا اس نے حکم دیا کہ لوہے کی چھ کیلیں لاؤ، وہ لائی گئیں تو آپ کے ہاتھوں میں دو کیل، دو پاؤں میں، ایک سر میں اور ایک جگر پر ٹھوک دیا، فوراً اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے یہ ساری کیلیں آپ کے اعضا سے نکال دیں اور آپ نے زندہ کھڑے ہو کر فرمایا: اے کافر! لا الہ الا اللہ پڑھ، پھر بادشاہ نے ایک دیگ منگائی اور اس کے نیچے آگ جلوائی اور حضرت جرجیس علیہ السلام کو دیگ میں ڈال دیا گیا تا کہ آپ کباب ہو کر مر جائیں، مگر قادر مطلق نے دیگ کے ساتھ ایک ٹھنڈا چشمہ جاری فرمادیا جس کی وجہ سے آپ کے کسی بال کو بھی تکلیف نہ پہنچی، اس کے بعد بھی ظالم نے آپ کو طرح طرح کے عذاب دیئے بعض نے ستر کی تعداد بتائی ہے اور بعض کتابوں میں ہے کہ حضرت جرجیس علیہ السلام کو ظالم حکمراں نے ایک سو قسم کے عذاب میں مبتلا کیا مگر قدرت الٰہی سے آپ محفوظ رہے۔

آخر کار ظالم حکمراں تنگ آ کر کہنے لگا جرجیس اگر ایک بات میری مان لو تو میں تیرے ہر حکم کی اطاعت کروں گا، صرف اتنی بات ہے کہ آپ میرے بت کے سامنے صرف ایک مرتبہ جھک جاؤ تو میں تمہاری ہر بات ماننے کے لئے تیار ہوں، حضرت جرجیس علیہ السلام خاموش ہو گئے، کافر نے سمجھا شاید میری بات قبول کر لی گئی، ظالم بادشاہ نے کہا جرجیس میں نے تمہیں بے شمار تکلیفیں دی اور طرح طرح کے عذاب دیئے آج میرے ساتھ محل میں چلو تا کہ رات آرام سے بسر کرو، آپ شاہی محل میں تشریف لے گئے مگر ساری رات نماز اور تلاوت زبور میں مشغول رہے، بادشاہ کی عورت آپ کی قرأت سن کر بہت متأثر ہوئی اور رونے لگ گئی آخر کار مسلمان ہو گئی، جب حضرت جرجیس علیہ السلام شاہی محل سے رخصت ہونے لگے تو بادشاہ نے آپ کے سجدۂ بت کی پھر دعوت دی مگر آپ نے قبول نہ فرمائی تو ظالم نے ایک بڑھیا جس کا بچہ گونگا بہرہ تھا کے گھر میں بند کرادیا اور انہوں نے کھانا پینا بھی بند کر دیا بڑھیا کے گھر میں بیری کا ایک خشک درخت تھا جو آپ کی دعا کی برکت سے سرسبز ہو گیا اور اس میں عمدہ پھل لگ گیا جب بڑھیا نے بیری کو دیکھا تو ایمان لے آئی اور حضرت جرجیس علیہ السلام سے اپنے بیمار بچے کی صحت کے لئے دعا کی درخواست کی، آپ نے دعا کی بچہ صحت مند ہو گیا، آپ نے اس نوجوان سے فرمایا کہ بت خانہ میں جاؤ اور ان بتوں کو کہو کہ تمہیں حضرت جرجیس علیہ السلام بلاتے ہیں، نوجوان بت خانہ میں گیا جہاں ستر بت رکھے ہوئے تھے اور ان کو حضرت جرجیس علیہ السلام کا پیغام دیا، اب کیا تھا کہ قدرت الٰہیہ سے تمام بت دوڑتے ہوئے آپ کے قدموں حاضر ہو گئے، آپ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا، جس سے زمین پھٹ گئی اور وہ سارے بت زمین کے اندر دھنس گئے۔

جب بادشاہ کی بیگم نے یہ معجزہ دیکھا تو اس نے محل چھوڑ کر بلند آواز سے کہا ”یا اھل البلدۃ ارحموا انفسکم واسلموا اے شہر کے باشندوں اپنے آپ پر رحم کرو اور اسلام قبول کرلو۔“

بادشاہ نے اپنی عورت سے کہا کہ میں ستر سال سے یہ معجزات دیکھ رہا ہوں مگر اسلام قبول نہیں کیا، تو نے صرف ایک معجزہ دیکھ کر اسلام قبول کر لیا، بیوی نے کہا اسلام نہ لانا تیری بدبختی ہے اور میرا اسلام لانا میرے لیے سعادت مندی ہے، ظالم بادشاہ نے غصہ میں آ کر اپنی بیوی کو قتل کر دیا، پھر جرجیس علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگی، الٰہی میں ستر سال سے کفار نابکار کی طرف سے مصائب جھیل رہا ہوں، اب طاقت جواب دے گئی ہے، لہٰذا

مجھے اب شہادت نصیب فرما اور ان ظالموں پر سخت عذاب نازل فرما، آپ کی دعا قبول ہوئی، ظالموں نے تلوار کھینچ لی اور آپ کو شہید کر دیا پھر آسمان سے ایک آگ نازل ہوئی، جس نے ان سب ظالموں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا، یہ سارا واقعہ منگل کے دن پیش آیا۔ [کتاب السبعیات فی مواعظ البریات، ص ۶۸-۶۹]

حضرت یحیٰ علیہ السلام کے قتل کا بیان

منگل کے دن حضرت سیدنا یحیٰ علیہ السلام کو ظالم حکمراں نے قتل کیا تھا جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ تھا، اس کی ایک بیوی تھی جس کی ایک لڑکی دوسرے شوہر سے تھی، یہ چاہتی تھی کہ اپنی لڑکی کا نکاح اپنے شوہر سے کرا دے تاکہ وہ کسی اور کے ساتھ شادی نہ کر لے، اس نے ایک دعوت کی جس میں سیدنا حضرت یحیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو مدعو کیا گیا، عورت نے آپ سے اجازت مانگی کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح اپنے شوہر سے کر دوں، آپ نے صاف فرما دیا کہ یہ بات دین اسلام میں حرام ہے، اتنا فرما کر آپ وہاں سے چلے آئے بادشاہ کی بیوی آپ پر ناراض ہو گئی اور آپ کے قتل کی تدبیریں سوچنے لگی، ایک دن اس نے اپنے شوہر کو شراب پلائی اور اپنی لڑکی کو آراستہ و پیراستہ کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا اور کہنے لگی کہ یحیٰ علیہ السلام انکار کرتے ہیں کہ اس لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کیا جائے، بادشاہ نے اسی وقت یحیٰ علیہ السلام کو بلایا اور اپنی بیوی کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے کا مسئلہ پوچھا، آپ نے فرمایا یہ صاف حرام ہے، یہ نکاح نہیں ہو سکتا، بادشاہ نشہ میں چور تھا، فوراً حکم دیا کہ یحیٰ علیہ السلام کو قتل کر دو، چنانچہ آپ کو بکری کی طرح ذبح کر دیا گیا، یہ منظر دیکھ کر آسمان کے فرشتے بارگاہ خداوندی میں عرض کرنے لگے: الٰہی ان لوگوں نے سیدنا یحیٰ علیہ السلام کو کس جرم و گناہ میں قتل کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سیدنا حضرت یحیٰ علیہ السلام نے نہ تو کوئی جرم کیا ہے اور نہ اس کا کبھی ارادہ کیا ہے لیکن وہ مجھ سے محبت کرتا تھا اور میں اس سے محبت کرتا ہوں اور محبت میں قتل ہونا لازمی بات ہے۔

[کتاب السبعیات فی مواعظ البریات، ص ۶۹]

محبت کے تعلق سے حکایت

حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک گاؤں سے گزر رہے تھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اصحاب طریقت کے چالیس نوجوان بھوک اور پیاس کی شدت سے انتقال کر گئے ہیں، حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی: الٰہی تو اپنے دوستوں کو قتل کرتا ہے اور کب تک اپنے دوستوں کی خونریزی کرتا رہے گا، غیب سے آواز آئی اے ابو یزید! میں خونریزی تو کرتا ہوں مگر اس کی دیت بھی ادا کرتا ہوں پوچھا ان کی دیت کیا ہے؟ تو ہاتف غیبی سے آواز آئی کہ مخلوق کے مقتول کی دیت دینا رہوتے ہیں اور حق کے مقتول کی دیت رویت غفار ہوتی ہے۔

[ایضاً، ص ۷۰]

جب حضرت حسین حلاج رحمۃ اللہ علیہ کو پندرہ دن تک نظر بند کر دیا گیا تو حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس آئے اور پوچھا اے حسین! محبت کیا ہے؟ فرمایا محبت کا سوال آج نہ کرو اور کل اس کے متعلق پوچھنا، جب کل کا دن آ گیا تو سپاہیوں نے ان کو جیل کی کوٹھری سے نکالا اور ان کو سولی پر چڑھا دیا تو حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ ان کے آگے سے گزرے تو انہوں نے پکار کر کہا: اے شبلی! محبت کا ابتدائی دور جلنا ہے اور آخری دور قتل ہونا ہے۔ [ایضاً، ص ۷۰]

حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام کے قتل کا بیان

منگل کے روز ہی حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام کے قتل کا سانحہ پیش آیا جبکہ یہودی بے بہود سے بھاگ کر آ رہے تھے اور وہ آپ کے پیچھے دوڑے چلے آ رہے تھے جب وہ آپ کے قریب پہنچ گئے تو آپ کو ایک درخت نظر آیا تو آپ نے درخت سے فرمایا مجھے پناہ دو، درخت پھٹ گیا اور آپ اس میں داخل ہو گئے جب یہود وہاں پہنچے تو آپ کو نہ پایا اس وقت شیطان دشمن انسان نے انہیں بتایا کہ اس درخت میں چھپ گئے ہیں ایک کلہاڑی لا کر درخت کو دو ٹکڑے کر دو وہ خود بخود مر جائیں گے، یہودیوں نے شیطان کے کہنے کے مطابق درخت چیرنا شروع کیا اور جب تیشہ (کلہاڑی) آپ کے سر مبارک پر پہنچی تو آپ چلائے اور آہ کا

کلمہ منہ سے نکلا اس وقت آسمان کے فرشتوں میں ایک زلزلہ واقع ہو گیا، حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہنے لگے اے زکریا! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اگر تو نے دوبارہ آہ کی تو تیرا نام انبیائے کرام کے دفتر سے خارج کر دیا جائے گا۔

[کتاب السبعیات فی مواعظ البریات، ص ۱۷]

ایک دفع حضرت یحییٰ بن معاذ ازلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک رات اپنے پروردگار سے مناجات کر رہے تھے، عرض کرتے ہیں الٰہی! اگر میں تیری تلاش کرتا ہوں تو تو مجھے مشقت میں ڈال دیتا ہے اور اگر تجھ سے بھاگتا ہوں تو جلا دیتا ہے اگر تجھ سے محبت کرتا ہوں تو قتل کر دیتا ہے پس تجھ سے بھاگنے کی گنجائش نہیں ہے۔ [ایضاً، ص ۱۷]

فرعون کے جادوگروں کے قتل کا بیان

منگل کے روز فرعون کے جادوگروں کو جو ایمان لا چکے تھے قتل کر دیا گیا جبکہ اسکندریہ کے میدان میں فرعون کے جادوگروں اور حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مابین مقابلہ ہوا جادوگروں نے بڑے بڑے رسے اور شہپر ڈالے تو وہ اژدہے نظر آنے لگے اور میدان ان سے بھرا معلوم ہونے لگا مگر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈالا تو ایک عظیم الشان اژدہا بن گیا اور وہ جادوگروں کے سحرکاریوں کو ایک ایک کر کے نگل گیا اور تمام رسے اور لٹھے جو انہوں نے جمع کئے تھے جو تین سو اونٹ کا بوجھ تھا سب کا خاتمہ کر دیا، جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس کو دست مبارک میں لیا تو پھر عصا ہو گیا اور جحم اور وزن اپنے حال پر رہا یہ دیکھ کر جادوگروں نے پہچان لیا کہ عصائے موسیٰ جادو نہیں ہے اور قدرت بشری ایسا کرشمہ نہیں دکھا سکتی، ضرور یہ امر سماوی ہے یہ سمجھ کر وہ ایمان لائے اور سجدے میں گر گئے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"والقی السحرۃ سجدین قالوا اٰمنا برب العالمین رب موسیٰ وھارون۔ اور جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے بولے ہم ایمان لائے جہان کے رب پر جو رب ہے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا۔" [پ ۹، سورۃ الاعراف]

یہ دیکھ کر فرعون بڑا غضب ناک ہوا اور کہنے لگا یہ تمہاری سب کی سازش ہے میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی دوں گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قال فرعون اٰمنتم بہ قبل ان آذن لکم ان ھذا لمکر مکرتموہ فی المدینۃ لیخرجوا منھا اھلھا فسوف تعلمون لا قطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ثم لا صلبنکم اجمعین۔ فرعون بولا تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں یہ تو بڑا دجل (فریب) ہے جو تم سب نے شہر میں پھیلایا ہے کہ شہر والوں کو اس سے نکال دو تو اب جان لو گے قسم ہے میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹوں گا اور پھر تم سب کو سولی دوں گا۔" [پ ۹ سورۃ الاعراف]

فرعون کی اس گفتگو پر جادوگروں نے کہا کہ تو ہمیں موت کی دھمکی دیتا ہے تو ہمیں موت کا کیا غم ہے کیونکہ مر کر ہمیں اپنے رب کی لقا اور اس کی رحمت نصیب ہوگی اور جب سب کو اسی کی طرف رجوع کرنا ہے تو وہ خود ہمارے اور تیرے درمیان فیصلہ فرما دے گا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"قالوا انا الی ربنا منقلبون وما تنقم منا الا ان اٰمنا باٰیٰت ربنا لما جاء تنا ربنا افرغ علینا صبرا و توفنا مسلمون۔ بولے ہم اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں اور تجھے ہمارا کیا برا لگا یہی نہ کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لائے جب وہ ہمارے پاس آئیں اے رب ہمارے ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں مسلمان دنیا سے اٹھا۔" [پ ۹ سورۃ الاعراف]

حدیث شریف میں ہے کہ جب حضور پرنور، سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج آسمانوں کی سیر فرمائی تو فرماتے ہیں کہ میں جنت میں درختوں پر سبز رنگ کے پرندے ملاحظہ فرمائے، میں نے ان کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ ان حضرات کی روحیں ہیں جن کو فرعون نے سولی پر چڑھا کر موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

[کتاب السبعیات فی مواعظ البریات، ص ۱۷]

حضرت آسیہ کے قتل کا بیان

حضرت آسیہ فرعون کی بیوی کو منگل کے دن قتل کیا گیا تھا جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو مغلوب کیا تو حضرت آسیہ بیگم آپ پر ایمان لے آئیں۔ فرعون کو جب خبر ہوئی تو ظالم بے رحم نے ان پر سخت عذاب کئے یہاں تک کہ ان کے سینے پر بھاری چکی رکھ دی اور دھوپ میں ڈال دیا، جب فرعونی ان کے پاس سے ہٹتے تو فرشتے ان پر سایہ کرتے اللہ کریم نے ان کا جو مکان جنت میں ہے، ان پر ظاہر فرمایا اور اس کی مسرت میں فرعون کی سختی کی شدت ان پر سہل ہوگئی، آخر کار حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دعا مانگی کہ مجھے ظالموں سے نجات دے، دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض فرمائی اور ابن کیسان نے کہا کہ وہ زندہ اٹھا کر جنت میں داخل کی گئیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

”وضرب اللہ مثل اللذین امنوا امرأۃ فرعون اذقالت رب ابن لی عندك بیتا فی الجنة ونجنی من فرعون وعمله ونجنی من القوم الظالمین۔ اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مثال بیان فرماتا ہے، فرعون کی بیوی جب اس نے عرض کی کہ اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے کام سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات بخش۔“ [پ ۲۸/ سورۂ تحریم]

بنی اسرائیل کی گائے کے ذبح ہونے کا بیان

بنی اسرائیل کی گائے کے ذبح ہونے کا واقعہ بھی منگل کے دن ہی پیش آیا اس کا سبب یہ تھا کہ بنی اسرائیل میں عامیل نامی ایک مالدار تھا، اس کے چچا زاد بھائی نے وراثت کی لالچ میں اس کو قتل کر کے دوسری بستی کے دروازے پر ڈال دیا اور صبح کو خود اس کے خون کا مدعی بن بیٹھا، وہاں کے لوگوں نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ دعا فرمائیں اللہ تبارک حقیقت حال ظاہر فرمائے، اس پر حکم ہوا کہ ایک گائے ذبح کر کے اس کا کوئی حصہ مقتول کے ماریں وہ زندہ ہو کر اپنا قاتل خود بتادے گا، ارشاد ربانی ہے:

”واذقال موسیٰ لقومه ان اللہ یأمرکم ان تذبحوا بقرۃ۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو۔“ [پ ا/ سورۂ بقرہ]

جب بنی اسرائیل نے گائے کے ذبح کا حکم سنا تو انہیں تعجب ہوا، کیونکہ مقتول کا حال معلوم ہونے اور گائے کے ذبح میں کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی تو کہنے لگے۔ قرآن شریف بیان کرتا ہے:

”قالوا اتتخذنا ھزوا قال اعوذ باللہ ان اکون من الجاھلین۔ بولے کہ آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں، فرمایا خدا کی پناہ میں جاہلوں سے ہوں۔“ [پ ا، سورۂ بقرہ]

یعنی حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا جواب جو سوال سے ربط نہ رکھے جاہلوں کا کام ہے یا یہ مطلب ہے کہ محاکمہ کے موقع پر استہزاء جاہلوں کا کام ہے، انبیاء کی شان اس سے برتر ہے، القصہ بنی اسرائیل نے سمجھ لیا کہ گائے کا ذبح کرنا ضروری ہے تو انہوں نے آپ سے اس کے اوصاف دریافت کئے، حدیث پاک میں ہے کہ اگر بنی اسرائیل بحث نہ نکالتے تو جو گائے ذبح کر دیتے کافی ہوتی، خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے:

”قالوا ادع لنا ربك یبین لنا ما ھی. قال انه یقول انھا بقرۃ لا فارض ولا بکر. عوان بین ذالك فافعلوا ما تؤمرون۔ قالوا ادع لنا ربك یبین لنا ما لونھا قال انه یقول انھا بقرۃ صفراء فاقع لونھا تسر الناظرین۔ قالوا ادع لنا ربك یبین لنا ما ھی ان البقر تشابه علینا وانا ان شاء اللہ لمھتدون۔ قال انه یقول انھا بقرۃ لا ذلول تثیرا لارض ولا تسقی الحرث مسلمة لاشیة فیھا قالوا الٰئن جئت بالحق. فذبحوھا وما کادوا یفعلون۔ بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتادے کہ گائے کیسی ہو، کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ اوسر بلکہ ان دونوں کے بیچ میں تو کرو جس کا تمہیں حکم ہوتا ہے، بولے کہ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمیں بتادے اس کا رنگ کیا

ہے؟ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک پیلی گائے ہے جس کی رنگت ڈہڈہاتی، دیکھنے والوں کو خوشی دیں، بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے صاف بیان کردے کہ وہ گائے کیسی ہے بیشک گائیوں میں ہمیں شبہ پڑ گیا اور اللہ تعالیٰ چاہے تو ہم راہ پا جائیں، کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی کہ زمین جوتے اور نہ کھیتی کو پانی دے، بے عیب ہے جس میں کوئی داغ نہیں، بولے اب آپ ٹھیک بتالائے تو اسے ذبح کیا اور ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔" [پ ا، سورۂ بقرہ]

جب بنی اسرائیل کو تشفی ہوئی اور پوری شان وصفت معلوم ہوئی تو انہوں نے گائے کی تلاش شروع کی، ان اطراف میں ایسی صرف ایک گائے تھی اس کا حال یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص صالح اور نیکوکار تھا ان کا ایک چھوٹی عمر کا بچہ تھا اور ان کے پاس سوائے ایک گائے کے بچہ کے کچھ نہ تھا، انہوں نے اس کی گردن پر مہر لگا کر اللہ تعالیٰ کے نام پر چھوڑ دیا اور خدا کی بارگاہ میں عرض کیا یا اللہ! میں اس بچھیا کو اپنے اس فرزند کے لئے تیرے پاس ودیعت (امانت) رکھتا ہوں جب میرا یہ فرزند بڑا ہو یہ اس کے کام آئے ان کا تو انتقال ہو گیا، بچھیا جنگل میں بحفظ الٰہی پرورش پاتی رہی، یہ لڑکا بڑا ہوا اور بفضلہ تعالیٰ صالح اور متقی ہوا اور ماں کا فرمانبردار تھا ایک روز اس کی والدہ نے کہا: اے نور نظر تیرے باپ نے تیرے لئے فلاں جنگل میں ایک بچھیا چھوڑ دی ہے، وہ اب جوان ہو گئی ہوگی اس کو جنگل سے لا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر کہ وہ تجھے عطا فرمائے، لڑکے نے گائے کو جنگل میں دیکھا اور والدین کی بتائی ہوئی علامتیں اس میں پائیں اور اس کو اللہ کی قسم دے کر بلایا، وہ حاضر ہوئی، جوان اس کو والدہ کی خدمت میں لایا، والدہ نے بازار میں لے جاکر تین دینار میں فروخت کرنے کا حکم دیا اور یہ شرط کی کہ سودا ہونے پر پھر اس کی اجازت حاصل کی جائے، اس زمانہ میں گائے کی قیمت اس اطراف میں تین دینار ہی تھی، جوان جب اس گائے کو بازار میں لایا تو ایک فرشتہ خریدار کی صورت میں آیا اور اس نے گائے کی قیمت چھ دینار لگائی مگر اس شرط پر کہ جوان والدہ کی اجازت کا پابند نہ ہو جوان نے یہ منظور نہ کیا اور والدہ سے تمام قصہ بیان کیا اس کی والدہ چھ دینار قیمت منظور کرنے کی تو اجازت دیدی مگر بیع میں پھر اپنی مرضی دریافت کرنے کی شرط کی جوان پھر بازار آیا اس مرتبہ فرشتہ بارہ دینار قیمت لگائی اور کہا کہ والدہ کی اجازت پر موقوف نہ رکھو جوان نے یہ نہ مانا اور والدہ کو اطلاع دی، وہ صاحب فراست سمجھ گئی کہ یہ خریدار نہیں کوئی فرشتہ ہے جو آزمائش کے لئے آیا ہے، بیٹے سے کہا کہ اب کی مرتبہ اس خریدار سے یہ کہنا کہ آپ مجھے بس گائے کے فروخت کرنے کا حکم دیتے ہیں یا نہیں؟ لڑکے نے یہی کہا، فرشتہ نے جواب دیا کہ ابھی اس کو روکے رکھو جب بنی اسرائیل خریدنے آئے تو اس کی قیمت یہ مقرر کرنا کہ اس کی کھال میں سونا بھر دیا جائے، جوان گائے کو گھر لایا اور جب بنی اسرائیل جستجو کرتے ہوئے اس کے مکان پر پہنچے تو وہی قیمت طے کی اور حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ضمانت پر وہ گائے بنی اسرائیل کے سپرد کی جنہوں نے منگل کے دن گائے کو ذبح کیا۔ [تفسیر خزائن العرفان]

مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا کہ والدین کی اطاعت وفرماں برداری سے انسان کو دارین کی سعادتیں حاصل ہوتی ہیں اور یہ بھی پتہ چلا کہ جو شخص اپنے اہل وعیال کو اللہ رب العزت کے سپرد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی بہت عمدہ پرورش فرماتا ہے، اس کے تعلق سے ایک حکایت ملاحظہ کیجئے۔

حکایت: ایک شخص حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا اور بچہ اپنے والد کے ساتھ کامل مشابہت رکھتا تھا۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تعجب فرماتے ہوئے کہا میں کسی بچہ کو اپنے والد کے ساتھ اس سے زیادہ مشابہت رکھنے والا نہیں دیکھا۔ اس شخص نے کہا امیر المؤمنین میرے اس بچے کی عجیب شان ہے یہ نو ماہ قبر میں رہا ہے پھر قدرت الٰہی سے باہر آیا۔ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے شخص یہ تو کیا کہ رہا ہے، وہ شخص بولا میں نے ایک دفع سفر کا ارادہ کیا اس وقت یہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھا، میں نے دو رکعت نماز نفل پڑھی اور ہاتھ

اٹھا کر دعا مانگی: الٰہی میں اپنے اس بچہ کو جو اپنی ماں کے پیٹ میں ہے تیرے سپرد کرتا ہوں، جب میں سفر سے واپس آؤں تو اسے مجھے صحیح سلامت واپس کر دینا، میں تو سفر پر روانہ ہو گیا اور مجھے وہاں نو ماہ کا عرصہ لگ گیا، جب واپس آیا تو دیکھا کہ میری بیوی فوت ہو چکی ہے، میں اس کی زیارت کے لیے اس کی قبر پر گیا اور وہاں بہت رویا اچانک قبر سے آواز آتی ہوئی سنائی دی، میں بڑا حیران ہوا، آخر کار قبر کو کھودا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری بیوی کا تمام بدن سڑ گل گیا ہے، صرف اس کے پستان سلامت ہیں جن سے بچہ دودھ پی رہا ہے، میں بچہ اٹھایا اور کہا الٰہی تیرا بڑا احسان ہے کہ تو نے میرا بچہ مجھے واپس دے دیا، اگر تو میری بیوی بھی لوٹا دے تو تیرا بڑا احسان ہوگا، اتنے میں ہاتف غیبی نے آواز دی کہ تو نے صرف بچہ ہی اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا تھا، وہ تجھے صحیح و سالم واپس کر دیا ہے، اگر تو بچہ اور بیوی دونوں کو سپرد کرتا تو بیوی کو صحیح و سلامت اللہ تعالیٰ واپس کر دیتا۔

[کتاب السبعیات فی مواعظ البریات، ص ۷۴]

حضرت ہابیل کے قتل کا بیان

قابیل نے اپنے بھائی حضرت ہابیل کو منگل کے دن قتل کیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت حوا کے حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے، ایک حمل کے لڑکے کا دوسرے حمل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا جاتا تھا اور جبکہ آدمی صرف حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد میں منحصر تھے تو مناکحت کی اور کوئی سبیل ہی نہ تھی، اسی دستور کے مطابق حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے قابیل کا نکاح لیوذا سے جو ہابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور ہابیل کا نکاح اقلیمہ سے جو قابیل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی کرنا چاہا، قابیل اس پر راضی نہ ہوا اور چونکہ اقلیمہ بہت زیادہ خوبصورت تھی اس لئے اس کا طلب گار ہوا، حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ تیرے ساتھ پیدا ہوئی ہے، اس لیے وہ تیری بہن ہے اس کے ساتھ تمہارا نکاح حلال نہیں، قابیل کہنے لگا یہ تو آپ کی رائے ہے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہیں، آپ نے فرمایا تو تم دونوں قربانیاں لاؤ، جس کی قربانی قبول ہو جائے، وہی اقلیمہ کا حقدار ہے، اس زمانے میں جو قربانی مقبول ہوتی تھی آسمان سے ایک آگ اتر کر اسے کھالیا کرتی تھی، قابیل نے ایک انبار گندم اور ہابیل نے ایک بکری قربانی کے لئے پیش کی، آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی کو لے لیا اور قابیل کے گیہوں کو چھوڑ گئی، اس پر قابیل کے دل میں بہت بغض و حسد پیدا ہو گیا، اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے:

"واتل علیھم نبأ بنی آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الاٰخر" اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہ قبول ہوئی۔" [پ ۶، سورۂ مائدہ]

جب آدم علیہ السلام حج کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو قابیل نے از راہ حسد ہابیل سے کہا میں تجھ کو قتل کر دوں گا، ہابیل نے کہا کیوں؟ قابیل نے کہا اس لئے کہ تیری قربانی مقبول ہوئی ہے اور میری نہیں اور تو اقلیمہ کا مستحق ٹھہرا، اس میں میری ذلت ہے، ہابیل نے کہا قربانی کا مقبول کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، وہ متقیوں کی قربانی قبول کرتا ہے، تو اگر متقی ہوتا تو تیری قربانی قبول ہوتی، یہ خود تیرے افعال کا نتیجہ ہے اس میں میرا کیا دخل ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"قال لا قتلنك قال انما یتقبل الله من المتقین لئن بسطت الی یدك لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیك لا قتلك انی اخاف الله رب العالمین۔ انی ارید ان تبوء باثمی واثمك فتكون من اصحب النار، وذالك جزاء الظالمین۔ بولا قسم ہے میں تجھے قتل کروں گا، کہا اللہ تعالیٰ اس سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے بیشک اگر تو اپنا ہاتھ بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے، تو میں اپنا ہاتھ نہ بڑھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں، میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو مالک ہے سارے جہان کا، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پر پڑے تو تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ [پ ۶ ر سورۂ مائدہ]

بھائی کی نصیحت پر بھی قابیل نے کوئی عمل نہ کیا وہ حضرت ہابیل کے قتل کے درپہ ہو گیا، ایک دن وہ ہابیل کی طلب میں نکلا

تو اس کو اپنی بکریوں کے پاس سوتے ہوئے پایا، ایک پتھر اٹھا یا اور سر پر مار کر ہابیل کو قتل کر دیا، وہ دن بھی منگل ہی کا دن تھا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

''فطوعت لہ نفسہ قتل اخیہ فقتلہ فاصبح من الخسرین۔ تو اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل چاؤ دلایا تو اسے قتل کر دیا، تو رہ گیا نقصان میں۔ [پ۶ر سورۃ مائدہ]

اب قابیل بڑا متحیر ہوا کہ اس لاش کو کیا کرے، کیوں کہ اس وقت تک کوئی مرا نہیں تھا، مروی ہے کہ دو کوے آپس میں لڑے، ان میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا، زندہ کوے نے اپنی منقار (چونچ) اور پنجوں سے زمین کرید کر گڈھا کیا، اس میں مرے ہوئے کوے کو ڈال کر مٹی سے دبا دیا، یہ دیکھ کر قابیل کو معلوم ہوا کہ مردے کو دفن کرنا چاہئے، چنانچہ اس نے زمین کھود کر لاش کو دفن کر دیا۔ [تفسیر مدارک وغیرہ]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فبعث اللہ غرابا یبحث فی الارض لیریہ کیف یواری سوءۃ اخیہ قال یویلتا اعجزت ان اکون مثل ھذا الغراب فاواری سوءۃ اخی فاصبح من الندمین۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا، زمین کریدتا تاکہ اسے دکھائے، کیونکہ اپنے بھائی کی لاش چھپائے، بولا ہائے خرابی میں اس کوے جیسا بھی نہ ہوسکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش چھپاتا تو پچھتاتا رہ گیا۔ [پ۶ر سورۃ مائدہ]

سہ شنبہ کے معمولات

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی آدمی منگل کے دن آفتاب بلند ہونے کے بعد دس رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ فاتحہ اور ایک دفعہ آیۃ الکرسی اور تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے تو ستر دن تک اس آدمی کے نامۂ اعمال میں اس کا گناہ درج نہیں ہوگا اور اگر ستر دن کے اندر مر جائے تو اس کو شہید کا رتبہ عطا کیا جائے گا اور اس کے ستر برس کے گناہ معاف کئے جائیں گے۔ [غنیۃ الطالبین، ج۲ر ص۱۴۰]

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو منگل کی رات میں بارہ رکعت نماز نفل پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور اذا جاء نصر اللہ پانچ مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک ایسا محل تیار فرماتا ہے جس کی لمبائی چوڑائی میں دنیا کے سات مثلیں سما جائیں۔ [غنیہ الطالبین ج۲ر ص۱۴۳]

غزالیٔ دوراں حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب احیاء العلوم میں رقمطراز ہیں:

''جو شخص منگل کی رات دو رکعت نماز نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد ایک مرتبہ، قل ھو اللہ، پندرہ مرتبہ، آیۃ الکرسی اور پندرہ مرتبہ استغفار پڑھے تو اسے بہت ثواب ملے گا۔''

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی شخص منگل کی رات دو رکعت نماز نفل پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف ایک مرتبہ اور انا انزلنٰہ اور قل ھو اللہ احد، ۷۷ر بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ سے آزاد فرما دے گا اور قیامت کے دن جنت میں داخل فرمائے گا۔ [احیاء العلوم، ج۱، ص۲۰۴]

منگل کے دن کپڑے کاٹنے کا بیان

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کپڑے قطع کرنے میں بھی احتیاط لازم ہے منگل کے دن کپڑا قطع کرنا مبارک ہے اور اگر منگل کو کپڑا قطع کرے گا تو ڈوب جائے گا، یا جل جائے گا یا کوئی چور چرا لے جائے گا اور وہ شخص اس کپڑے کی وجہ سے رنج وغم میں مبتلا ہوگا۔ [علم الیقین، ص۴۸ر۴۷]

منگل کے دن ناخن کاٹنے کا بیان

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص منگل کے روز ناخن کاٹے گا تو صحت دور ہوگی اور مرض اس کے اندر پیدا ہوگا۔ [ایضاً، ص۴۶]

اس سے معلوم ہوا کہ منگل کے دن ناخن اور کپڑا کاٹنا صحت کے کئے مضر ہے، دعا ہے کہ رب قدیر ہم سب اہل سنن کو مذکورہ معمولات ومشمولات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ ■■■

فقہیات

(دوسری اور آخری قسط)

مائیکروفونک نماز!
فقہائے قدیم وجدید کی نظر میں

◄.....گزشتہ سے پیوستہ.....►

(۳) یہ کہ اس میں سنت کا ترک ہے یعنی سنت یہ ہے کہ نماز میں مکبر کھڑے کیے جائیں اور لاؤڈ اسپیکر میں اس کو بند کر کے آلہ استعمال کرتا ہے اور جو شیٔ رافع سنت ہو بدعت سیئہ ہے“۔

[فتاوی نعیمیہ، ص ۱۸۵، بحوالہ فتاویٰ برکات مصطفیٰ، ص ۲۳۸، انجمن برکات مصطفیٰ، ممبئی]

مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی وقارالدین قادری رضوی قدس سرہٗ (م ۱۴۱۳ھ) تحریر فرماتے ہیں: ”ہمارے نزدیک مائک کی آواز نئی آواز ہے اور ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈر کی آوازیں بھی نئی ہوتی ہیں لہذا ان سے آیت سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا اور ان سے نشر ہونے والی اذان کا جواب بھی دینا ضروری نہیں ہے اور مائک پر نماز بھی جائز نہیں ہے“۔ (وقارالفتاوی، ج ۲، ص ۱۱۳، بزم وقارالدین، کراچی، ۱۹۹۸ء)

بانی اشرفیہ جلالۃ العلم، حافظ ملت حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد عبدالعزیز محدث مرادآبادی قدس سرہٗ (م ۱۳۹۶ھ) ایک فتویٰ تحریر فرماتے ہیں اس کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں: ”احتیاط اسی میں ہے کہ نماز میں ہرگز لاؤڈ اسپیکر استعمال نہ کیا جائے“۔

(فتاوی برکات مصطفیٰ، ص ۲۳۳، انجمن برکات مصطفیٰ، ممبئی، ۲۰۱۳ء)

مذکورہ فتوی پر بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی، حضرت علامہ مفتی حافظ عبدالرؤف بلیاوی، پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہم الرحمہ کی تصدیقات موجود ہیں۔

دوسری جگہ یوں ہے: ”مجھے اس کی تحقیق نہیں احتیاط احتراز میں ہے“۔

(مقدمہ فتاوی شارح بخاری، ج ۱، ص ۳۳، دائرۃ البرکات گھوسی، مئو، ۲۰۱۱ء)

مزید فرماتے ہیں: ”حدیث شریف میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسی چیز کو چھوڑ دو جس میں شک وشبہہ ہو اور اسے اختیار کرو جس میں کوئی شبہہ نہیں لہٰذا میری رائے میں یہی صورت زیادہ مناسب ہے کہ لاؤڈ اسپیکر نماز میں استعمال ہی نہ کیا جائے کہ نماز میں کسی قسم کا جھگڑا اور شبہہ ہو“۔

(مقدمہ فتاوی شارح بخاری، ج ۱، ص ۳۳، دائرۃ البرکات گھوسی، مئو، ۲۰۱۱ء)

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین امجدی قدس سرہٗ (۱۴۲۲ھ) تحریر فرماتے ہیں: ”نماز پنج وقتہ ہو یا جمعہ، تراویح اور عیدین وغیرہ کسی میں بھی لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز نہیں“۔

(فتاوی برکاتیہ، ص ۲۸۴، شبیر برادرز، لاہور، ۱۴۱۹ھ)

ایسی صورت میں مسجد کے اراکین کو چاہیے کہ وہ نماز کے لیے اسپیکر لگوا کر ایک بری بدعت ایجاد کر کے، مکبرین کی سنت کو ختم کر کے اپنی اور دوسروں کی نمازیں برباد کرنے کا سامان تیار نہ کریں بلکہ اپنی اور دوسرے مسلمان بھائیوں کی نمازوں کی حفاظت کریں اگر تمام مقتدیوں تک امام کی آواز نہ پہنچتی ہو تو اس کے لیے مکبرین کا تقرر کریں کیوں کہ ضرورت کی صورت میں ایسا کرنا بھی سنت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۔ (۱)

میں تو جہاں تک بنے سنوارنا ہی چاہتا ہوں اور میری توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں۔ (کنزالایمان)

عوام کا یہ کہنا کہ ۹۸ رفیصد نماز لاؤڈ اسپیکر پر ہو رہی ہے۔ ۲ رفیصد بغیر لاؤڈ اسپیکر یہ کوئی دلیل شرعی نہیں اس کو دلیل شرعی سمجھنا یہ جہالت و نادانی بلکہ فتنہ و فساد پھیلانے والی بات ہے ان لوگوں کو یہ اچھی طرح جاننا چاہیے کہ فتنہ و فساد کو قتل سے زیادہ

* مقالہ نگار دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف کے بانی اور ناظم اعلیٰ ہیں۔

سخت تر بتایا گیا ہے، قوم بزرگوں کے طریقے پر نماز ادا کر رہی ہے ان کو ان کے اسی شرعی حال پر رہنے دیجیے کسی ڈجیٹل فساد کو ان کی نمازوں میں مت داخل کیجیے ورنہ خوب اچھی طرح جان لیجیے: اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ۔ (القرآن، ہود ۱۱، آیت ۸:)

بیشک تمہارے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔

اگر فیصد سے احکام شرع ثابت ہونے لگیں تو معاذ اللہ! اسلام کی صورت ہی مسخ ہو کر رہ جائے گی، اسلام کے احکام فیصد سے ثابت نہیں ہوتے ہیں بلکہ اس کے ثبوت کے لیے دلیل شرعی کی ضرورت ہوتی ہے اور نماز بھی اسلام کا ایک اہم رکن ہے اس کا حکم بھی فیصد سے ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ شریعت مطہرہ کے حکم ہی سے ثابت ہوگا۔

ہمارے اسلاف واکابرین جس طرح نماز ادا کرتے تھے اس طرح نماز ادا کرنا چاہیے، عوام کو جس بات کا علم نہ ہو اس معاملے میں ان کو نہیں پڑنا چاہیے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولًا۔ (القرآن، بنی اسرآئیل، ۱۷، آیت ۳۶)

اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔ (کنز الایمان)

جن لوگوں نے نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے متعلق یہ کہا "کہ بریلی شریف سے ناجائز اور باقی جگہ سے جائز ہی کا فتویٰ ہے" وہ لوگ بھی جھوٹے ہیں اور جھوٹ بول کر مسلمانوں میں فتنہ پیدا کرنے والے ہیں میں نے پیچھے جن علماو مفتیان کرام کی عبارات نقل کی ہیں کیا وہ سب بریلی شریف کے ہیں؟

اب یہاں پر ان اکابر علمائے کرام کی ایک فہرست پیش کرتا ہوں جن کو آج کے زمانے کے تمام سنی علما کسی نہ کسی طرح مانتے ہیں یا بالواسطہ و بلا واسطہ ان کے شاگردوں کی صف میں آتے ہیں وہ سب کے سب بریلی شریف کے بھی نہیں ہیں ان کے ناموں کو ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں:

- ☆ تاج دار اہل سنت، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ
- ☆ صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہٗ
- ☆ صدر الافاضل فخر الاماثل حضرت علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ
- ☆ ملک العلما حضرت علامہ مفتی ظفر الدین بہاری قدس سرہ
- ☆ استاذ العلما حضرت علامہ مفتی وصی احمد محدث سورتی پیلی بھیتی قدس سرہ
- ☆ رئیس المفکرین، محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد صاحب کچھوچھوی قدس سرہ
- ☆ فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی حسنین رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ
- ☆ شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ مفتی حشمت علی خاں لکھنوی ثم پیلی بھیتی قدس سرہ
- ☆ شہزادۂ صاحب عرس قاسمی، تاج العلما حضرت علامہ سید محمد میاں قادری برکاتی مارہروی قدس سرہ
- ☆ برہان ملت حضرت علامہ مفتی برہان الحق قادری قدس سرہ
- ☆ مفسر اعظم ہند حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں قادری قدس سرہٗ
- ☆ علامہ محدث احسان علی مظفر پوری قدس سرہ شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف
- ☆ حضرت علامہ مفتی رفاقت حسین کانپوری قدس سرہ
- ☆ اجمل العلما حضرت علامہ مفتی اجمل حسین سنبھلی قدس سرہ
- ☆ مفتی اعظم دہلی حضرت علامہ مفتی مظہر اللہ صاحب قدس سرہ
- ☆ محبوب العلما حضرت علامہ مفتی محبوب علی خاں قادری قدس سرہٗ
- ☆ امام اہل سنت، محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو الفضل محمد سردار احمد قادری قدس سرہٗ
- ☆ مفتی پاکستان استاذ العلما علامہ ابو البرکات سید احمد قادری رضوی قدس سرہٗ
- ☆ حضرت علامہ محمد خلیل کاظمی محدث امروہوی قدس سرہ
- ☆ مجاہد اہل سنت حضرت علامہ عبد الحامد قادری بدایونی قدس سرہٗ
- ☆ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ محمد صاحب قدس سرہٗ پاکستان

فقہیات

☆ حضرت علامہ مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی قدس سرہٗ
☆ حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی قدس سرہٗ
☆ حضرت علامہ مفتی اعجاز ولی قادری رضوی بریلوی قدس سرہٗ
☆ مجاہد ملت حضرت علامہ مفتی حبیب الرحمن قادری قدس سرہٗ
☆ صدر العلما حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی قدس سرہٗ
☆ یادگار سلف حضرت علامہ ضیاء الدین پیلی بھیتی قدس سرہٗ
☆ سید العلما حضرت علامہ شاہ سید آل مصطفیٰ مارہروی قدس سرہٗ
☆ حضرت علامہ مفتی ابوالطاہر محمد طیب صاحب داناپوری قدس سرہٗ
☆ مصنف قانون شریعت، شمس العلما حضرت علامہ مفتی شمس الدین جونپوری قدس سرہٗ
☆ حضرت علامہ مفتی قاضی فضل کریم صاحب مظفر پوری قدس سرہٗ
☆ حضرت علامہ مفتی محمد رضوان الرحمن فاروقی صاحب قدس سرہ، اِندور
☆ حضرت علامہ مفتی وقار الدین صاحب قدس سرہٗ
☆ تلمیذ حضور حجۃ الاسلام شیخ القرآن حضرت علامہ عبد الغفور ہزاروی قدس سرہٗ پاکستان
☆ پاسبان ملت خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی قدس سرہٗ
☆ حضرت علامہ مفتی ثناء اللہ اعظمی قدس سرہٗ
☆ حضرت علامہ مفتی محمد باقر علی خاں قدس سرہٗ بنارس
☆ خلیفۂ حضور حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں قادری قدس سرہٗ پاکستان
☆ بانی اشرفیہ جلالۃ العلم، حافظ ملت حضرت علامہ مفتی محمد عبد العزیز محدث مرادآبادی قدس سرہٗ
☆ بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی مبارک پوری قدس سرہٗ

اکابر علما و مفتیان کرام میں سے صرف بعض حضرات کے اسمائے مبارکہ ذکر کیے گیے ہیں جو مسجد میں نماز کے لیے لاؤڈ اسپیکر کو شریعت مطہرہ کے خلاف بتاتے تھے اور اسی پر فتاوی صادر فرمائے۔

شہزادۂ سید العلما حضرت علامہ سید آل رسول حسنین میاں قادری معروف بہ ''نظمی میاں'' مارہروی قدس سرہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے رد میں لکھی ہوئی کتاب میں ''انتساب'' کی سرخی کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں: ''اپنے والد ماجد حضور سید العلما مولانا مولوی مفتی حکیم الحاج آلِ مصطفیٰ سید میاں علیہ الرحمہ کے نام جنہوں نے اپنی حیات ظاہری میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے خلاف جہاد کیا اور وصال شریف کے تیسرے دن میرے خواب میں آکر حکم دیا کہ لاؤڈ اسپیکر کے خلاف اس تحریک کو جاری رکھوں''۔ (قرآنی نماز بمقابلہ مائیکروفونی نماز، ص ا:)

اگر کوئی اور زیادہ تفصیل و تحقیق چاہتا ہو تو وہ مندرجہ ذیل لاؤڈ اسپیکر کے رد پر لکھی ہوئی کتابوں کو ملاحظہ فرمائے:

۱۔☆صیانۃ الصلاۃ عن حیل البدعات
برہان ملت، عبد الباقی محمد برہان الحق قادری رضوی سلامی جبل پوری قدس سرہٗ مفتی اعظم مدھیہ پردیش

۲۔☆القول الأزہر فی عدم اقتداء لاؤڈ اسپیکر۔
مظہر اعلیٰ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ حشمت علی خاں قادری رضوی لکھنوی ثم پیلی بھیتی قدس سرہ

۳۔☆قصد السبیل
حضرت علامہ مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی قادری چشتی دہلوی قدس سرہٗ

۴۔☆القول الأنور لعدم جواز الصلاۃ باقتداء لاؤڈ اسپیکر۔
مجاہد سنیت حضرت علامہ مفتی محمد محبوب علی خاں قادری برکاتی رضوی مجددی لکھنوی قدس سرہٗ۔

۵۔☆التفصیل الأنور فی حکم لاؤڈ اسپیکر۔
حافظ محمد عمران قادری رضوی مصطفوی پیلی بھیتی قدس سرہ

۶۔☆حکم مکبر الصوت
عمدۃ المحققین حضرت علامہ مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی اشرفی بھاگلپوری قدس سرہٗ صدر المدرسین، شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد۔

۷۔☆افادات بدر ملت
شیخ الاتقیا، بدر العلما حضرت علامہ مفتی بدر الدین قادری قدس سرہٗ۔

۸۔☆ قرآنی نماز بمقابلہ مائیکروفونی نماز
شہزادۂ سید العلما حضرت علامہ سید آل رسول حسنین میاں قادری معروف بہ ''نظمی میاں'' مارہروی قدس سرہٗ

۹۔☆لاؤڈ اسپیکر پر نماز کا مسئلہ مع تحقیقات اکابر اہل سنت
حضرت علامہ مفتی محمد حسن علی رضوی میلسی

۱۰۔☆القول الاشرف لعدم الاقتداء بلاؤڈ اسپیکر
مفتی محمد اشرف رضا صدیقی قادری مصباحی قاضی شریعت ادارۂ شرعیہ مہاراشٹر ممبئی

''تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ''۔ ۱۰؍ کتابوں کے نام جن میں لاؤڈ اسپیکر کے متعلق تفصیلی کلام کیا گیا ہے اور ان میں سے کسی بھی کتاب کے مصنف بریلی شریف کے نہیں ہیں۔

لاؤڈ اسپیکر کے جواز کے معاملہ میں بحر العلوم حضرت علامہ مفتی سید افضل حسین مونگیری قدس سرہٗ کے کسی جواز کے فتوے سے استدلال درست نہیں کیوں کہ انھوں نے اپنے جواز کے فتوی سے رجوع فرما لیا تھا جس کی تفصیل یوں ہے :

''بحر العلوم مفتی سید افضل حسین صاحب مونگیری نے ایک عرصہ دراز تک بریلی شریف میں مسند تدریس وافتا کو زینت بخشی اور پھر آخری ایام میں ہجرت کر کے پاکستان چلے گیے اور وہاں فیصل آباد میں مستقل سکونت اختیار فرمائی۔

آپ نے لاؤڈ اسپیکر کے مسئلہ میں حضور مفتی اعظم ہند کے فتویٰ سے اختلاف کیا اور جواز کا فتوی صادر کر دیا، مگر ہندوستان کے دورے پر جب تشریف لائے تو انہوں نے مفتی مطیع الرحمن مضطر پورنوی کو گواہ بنا کر علی الاعلان اپنے فتوے سے رجوع کا اعلان کیا اور مفتی اعظم ہند کے فتوی کی تائید و تصدیق کی، آپ کے قابل فخر شاگرد علامہ مفتی جہانگیر خاں صاحب رضوی نے بھی لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر جواز کا فتوی دیا تھا مگر حال ہی میں انہوں نے اپنے فتویٰ سے رجوع کیا اور اپنا اعلان شائع فرمایا جس کو ناظرین کے لیے پیش کیا جا رہا ہے :

''لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے عدم جواز کے سلسلہ میں جماہیر مفتیان کرام و مشائخ اہل سنت کا اتفاق ہے صرف مفتی سید افضل حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کیا تھا، میں بھی مفتی اعظم ہند قدس سرہ وغیرہ جماہیر مفتیان اہل سنت کے فتوی سے اتفاق کرتا ہوں اور اب تک جو میرا جواز کا فتوی تھا اس سے رجوع کرتا ہوں اور میں اعلان کرتا ہوں کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔

أمر بكتبه: محمد احمد المعروف جہانگیر خاں غفرلہ

یہ تحریر میرے سامنے لکھی گئی ہے اور اس پر حضرت علامہ مفتی جہانگیر خاں صاحب نے میرے روبرو دستخط فرمائے۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری غفرلہ

میں بھی اس تحریر و دستخط کا چشم دید گواہ ہوں۔ صغیر احمد جوکھن پوری، ۳۰؍ صفر المظفر ۱۴۱۶ھ''۔

(فتاوی برکات مصطفی، ص ۲۶۶: ، انجمن برکات مصطفی، ممبئی، ۲۰۱۳ء)

مفتی نظام الدین رضوی جامعہ اشرفیہ نے جمہور علمائے اہل سنت اور مسلمہ اکابرین و اسلاف کرام کے خلاف نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے جواز کا حکم دیا ان کے اس حکم جواز کی اہمیت کیا ہے اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں لیکن پھر بھی شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی جو تا حیات جامعہ اشرفیہ کے دار الافتا کے صدر رہے ان کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے :

''مسئلہ لاؤڈ اسپیکر میں عزیز گرامی وقار علامہ مفتی نظام الدین صاحب اپنی رائے میں منفرد (اکیلے) ہیں، ادارہ (جامعہ اشرفیہ) کا کوئی فرد اس سے متفق نہیں انہوں نے جو کچھ کہا اس کی ذمہ داری تنہا ان کے سر ہے''۔

(فتاوی برکات مصطفی، ص ۲۰۵: ، انجمن برکات مصطفی، ممبئی، ۲۰۱۳ء)

مفتی نظام الدین رضوی جامعہ اشرفیہ کو بھی اپنی تحقیق میں احتیاط نظر نہیں آتی بلکہ وہ بھی اسی میں احتیاط بتاتے ہیں کہ اس کو نماز میں استعمال نہ کیا جائے انہوں نے جو خط شہزادۂ سید العلما حضرت علامہ سید آل رسول حسنین میاں قادری معروف بہ ''نظمی

میاں'' مارہروی قدس سرہٗ کو لکھا ہے اس میں اس کا اعتراف بھی کیا ہے ملاحظہ فرمائیں: ''بلاشبہ حضرت نے اپنی اس کتاب میں اپنے بہت سے اکابر اہل سنت بلکہ سرخیل فقہا حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے موقف کی ترجمانی کی ہے اور دلائل کثیرہ سے اسے مبرہن فرمایا ہے اور وہی احتیاط کی راہ بھی ہے''۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''حضرت (مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ) نے لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے عدم جواز (ناجائز ہونے) کے کثیر فتاوی صادر کئے البتہ راقم کا موقف اس باب میں وہ ہے جو حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔''

(مقدمہ فتاوی شارح بخاری، ج:۱، ص ۳۵: دائرۃ البرکات گھوسی، مئو، ۲۰۱۱ء)

اگر کچھ لوگ لاؤڈ اسپیکر کے جواز کے قائل ہوں بھی تب بھی بہت سی وجوہات کے سبب اس کے استعمال کی اجازت نہیں دی جائے گی اس کو فقہ کے کچھ قواعد کلیہ کی روشنی میں سمجھیے: (۱) علما کی اکثریت عدم جواز کی قائل تو مغلوب (جواز کے قائلین) کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا بلکہ مغلوب مرجوح قرار پائے گا: ''لاعبرة في المغلوب بمقابلة الغالب''۔

(شرح عقود رسم المفتی ۱۲۹)

غالب کے مقابل مغلوب کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

''المرجوح في مقابلة الراجح بمنزلة العدم''۔

(شرح عقود رسم المفتی ۱۸۷)

راجح کے مقابل مرجوح عدم کے درجہ میں ہے۔

(۲) جمہور علمائے اہل سنت نے دلائل سے لاؤڈ اسپیکر کے عدم جواز کو ثابت کیا ہے اور اس کے ممنوع ہونے پر دلیلیں پیش کی ہیں اگرچہ بعض نے اس کے خلاف روش کو اختیار کیا ہے لیکن جب مقتضی و مانع میں تعارض ہو تو ایسی صورت میں غلبہ مانع کو ہی ہوتا ہے: ''اذا تعارض المانع و المقتضي فانه يقدم المانع''۔ (الأشباه و النظائر ص: ۳۱۸)

جب مقتضی اور مانع جمع ہو جائیں تو مانع مقدم ہوگا۔

لہٰذا اس قاعدے کے اعتبار سے بھی لاؤڈ اسپیکر کا استعمال حالت نماز میں ناجائز و حرام ہی ثابت ہوتا ہے۔

(۳) ''اذا تعارضت مفسدة و مصلحة قدم دفع المفسدة''۔ (الاشباہ والنظائر ص ۲۶۴:)

جب مفسد اور مصلحت مین تعارض ہو تو فساد کو زائل کیا جائے گا۔

''درء المفاسد أولى من جلب المصالح''۔

(الاشباہ والنظائر، ص ۲۶۴:)

مفاسد کو دور کرنا منافع کے حصول سے بہتر ہے۔

یعنی جب مصلحت اور مفاسد میں تضاد واقع ہو تو مفاسد کو دور کیا جائے گا اگرچہ مصلحت کو ترک کرنا پڑے، چونکہ مامورات و مصالح کی بہ نسبت شریعت مطہرہ کا حکم محرمات و مفاسد اور ممنوعات کو دور کرنے میں زیادہ سخت اور مؤکد ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

''اذا أمرتكم بشيء فأتوا منه ما استطعتم و اذا نهيتكم عن شيء فاجتنبوه''۔ (السنن الکبری للبیہقی المجلد الرابع ص ۴۲۶:)

یعنی جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو حتی المقدور اسے بجالاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اس سے مکمل طور پر بچو۔

اس قاعدے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حالت نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے جواز کا حکم نہیں دیا جائے گا بلکہ اس سے بچا ہی جائے گا۔

(۴) ''اذا اجتمع الحلال و الحرام غلب الحرام''۔

(الاشباہ والنظائر ص ۱۰۳:)

جب حلال و حرام جمع ہوں تو غلبہ حرام کو ہوگا۔

یہ قاعدہ اس حدیث سے ماخوذ ہے: ''دع ما يريبك الى ما لا يريبك''۔ (سنن دارمی جلد دوم ص ۲۴۵: ۲۴۶،)

جس میں تم کو شک ہو اس کو چھوڑ دو جس میں شک نہ ہو اسے کرو۔

یعنی جب کسی معاملہ میں حرمت و حلت دونوں قسم کی دلیلیں ہوں اور کوئی مرجح نہ ہو تو ایسی صورت میں حرمت کو غلبہ ہوگا اور لاؤڈ اسپیکر کے حرام ہونے پر بہت سے مرجح موجود ہیں لہٰذا اس میں بدرجۂ اتم حرمت کو غلبہ دے کر اس کے حرام ہونے کا حکم دیا جائے گا۔

(۵) "ما أبیح بالضرورۃ یتقدر بقدرھا"۔

(الأشباہ والنظائر ص ۲۵۲:)

جو چیز کسی ضرورت کی وجہ سے جائز ہوتی ہے تو وہ بقدر ضرورت ہی جائز رہتی ہے۔

امام کے علاوہ مقتدی کو بلند آواز سے تکبیر کہنے کی اور مقتدیوں کو اس کی آواز پر رکوع وسجود کرنے کی اجازت ضرورت کے سبب ہے یعنی جب امام کی آواز تمام مقتدیوں کو نہ پہنچتی ہو تب ہے تو اس کا جواز بہ قدر ضرورت ہی ہوگا اور ضرورت مقتدی کے تکبیر کہنے سے پوری ہوسکتی ہے۔ لہٰذا لاؤڈ اسپیکر کے لگانے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

(۶) "اذا اجتمع دلیلان أحد ھما یقتضی التحریم والأخر الاباحۃ قدم التحریم"۔ (الأشباہ والنظائر ص ۳۰۲:)

جب دو دلیلیں جمع ہوجائیں ان میں سے ایک حرمت دوسری اباحت کی مقتضی ہو تو دلیل حرمت کو مقدم کیا جائے گا۔

یہ قاعدہ اس اثر سے ماخوذ ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملک یمین کے ذریعہ جمع بین الاختین کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کو ایک آیت نے حلال کیا ہے اور ایک آیت نے حرام کیا ہے تو اس میں حرمت ہم کو زیادہ پسند ہے۔ اس قاعدے کی رو سے بھی حالت نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے عدم جواز ہی کو غلبہ ہوگا۔

لہٰذا آپ حضرات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ودیگر اسلاف واولیائے کرام اور علمائے ذوی الاحترام رحمہم اللہ کی طرح بغیر لاؤڈ اسپیکر کے ہی نماز ادا کیجیے اور اس بدعت کو خود سے اور خود کو اس بدعت سے دور رکھیے، واللہ تعالیٰ اعلم ■■■

ص ۳۴ کا بقیہ.........

ہے تو دوبارہ ہاتھ نہیں آتا، اس کی بربادی اسلام میں حرام ہے۔

(۴) **ایذائے مسلم**: اپریل فول میں ایک آدمی جھوٹ بول کر یا دھوکہ دے کر دوسرے کو ذہنی اور بسا اوقات جسمانی تکلیف میں مبتلا کرتا ہے اور یہ اسلامی نقطۂ نظر سے حرام ہے، اس لیے جملہ مسلمانوں کو ہر حال میں "اپریل فول" جیسے فعل حرام سے بچنا لازم وضروری ہے، مولیٰ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو منہیات شرعیہ سے دور ونفور رہنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین۔ ■■■

ص ۳۲ کا بقیہ.........

ہے کہ پھر اس کے سامنے موت وزیست کے درمیان کوئی خط امتیاز نہیں رہتا، راہِ حق میں اپنی جان کو قربان کر دینا اس کے لیے بازیچۂ اطفال کے مترادف ہوجاتا ہے، ہاں ہاں اسے اپنے رسول کی محبت میں سرشار ہوکر سر کٹانے اور لہو سے وضو کرنے میں ایسی کیف پرور لذت ملتی ہے کہ جسے دنیا کی کوئی شے فراہم نہیں کرسکتی وہ موت سے نہیں گھبراتا بلکہ موت اسے دیکھ کر کانپنے لگتی، وہ زخموں سے چور ہوکر آہیں نہیں بھرتا بلکہ توحید ورسالت کے نعرے لگاتا ہے، وہ مظالم کے شعلوں میں جلتا نہیں بلکہ ظالم کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے، تپتی ریت پر تڑپتا نہیں بلکہ ریت کو اس کے لیے تڑپنے پر مجبور کر دیتا ہے، وہ تلوار کے وار سے بھاگتا نہیں بلکہ جوشِ ایمانی کے ذریعہ تلوار کے وار کو چشم زدن میں بیکار کر دیتا ہے، وہ تیروں کی بوچھار سے خوف زدہ نہیں ہوتا بلکہ ظالموں کو خوف زدہ ہونے پر مجبور کر دیتا ہے، وہ نیزوں کی سنسناہٹ سے ڈرتا نہیں بلکہ مدّمقابل کو ہراساں و پریشان کر دیتا ہے، وہ ظالم کو کاٹ کر غازی بنتا ہے اور ظالم سے کٹ کر شہید! گویا اس کے لیے صرف زندگی، زندگی نہیں بلکہ راہِ حق میں جو موت آتی ہے وہ اسے رشکِ زندگی سمجھتا ہے۔

یہ ایسا دیوانہ ہوتا ہے جو اپنے محبوب رسول کے ناموس کے تحفظ وبقا کے لیے ہر لمحہ سر بہ کفن رہتا ہے اور رسول کی آن کے لیے وہ جان دے کر برملا یوں کہتا ہے۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

پھر ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وہ اپنی تلوار زمین پر پھینکتا ہے اور دیوانہ وار محسن انسانیت ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ کر، کفر وشرک کی گردن مروڑ کر غلامیٔ رسول کے کیف ومستی کے اتھاہ ساگر میں ڈوب جاتا ہے۔ ■■■

سیرت رسول

از: علامہ سید اولاد رسول قدسی*

انوکھی تمنا

رات کی شہزادی اپنی کالی کالی زلفوں کو چاروں طرف بکھیر چکی تھی۔ زمین کا ذرہ ذرہ گھٹا ٹوپ تاریکیوں کے حصار میں گھرا ہوا تھا۔ دور دور تک کہیں چرند و پرند کا سایہ بھی منڈلاتا ہوا نظر نہیں آرہا تھا۔ پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں صبح کی کرنوں کا شدت سے انتظار کر رہے تھے چرندے اپنے مالکوں کی پھٹکار سے تنگ آ کر باہم آرام کرنے کی کوشش کر رہے تھے، انسان دن بھر کی فکرِ معاش سے نجات حاصل کر کے سکون کی نیند سو رہا تھا اور عرب کے تمام ریگ زار آفتاب کی آتش فشانیوں پر سرد آہیں بھر رہے تھے گویا چاروں طرف سناٹوں کا سخت ترین پہرہ بٹھا ہوا تھا۔

مگر بدر کی تپتی ہوئی زمین اگر چہ آفتاب کی تپش سے نجات پا چکی تھی لیکن کل کی ہونے والی خوں آشام جنگ کے بارے میں سوچ کر اس کا کلیجہ پھٹا جا رہا تھا اور اس کا پورا خطّہ خیموں سے ایسے بھرا ہوا تھا جیسے کسی پہاڑ پر جگہ جگہ چٹانوں کی غیر مرتب قطار لگی ہوئی ہوں۔ اُدھر ابو جہل اپنی فوجوں کے سامنے جنگی ہدایتوں کے ساتھ ساتھ شاندار کامیابی کی ڈینگیں مار رہا تھا اور اس کی فوج خوش فہمیوں کے خطرناک جال میں پھنس کر بڑی لاپرواہی سے خرّاٹے لے رہی تھی۔ ادھر سرورِ کائنات ﷺ کی زبانِ اقدس سے فتح مبین کی عظیم بشارت سن کر آپ کے جاں نثار سپاہیوں کے دلوں میں جذبات وایثار کے چشمے پھوٹ رہے تھے۔ رات کی طوالت اژدہا کی طرح انہیں ڈس رہی تھی اور ہر فرد بڑی بے چینی سے اس انتظار میں تھا کہ جلد صبح کا سپیدہ نمودار ہوتا کہ ہم دشمنانِ دین کے سامنے ہمت وجواں مردی کا مظاہرہ کر کے ان کے کبر ونخوت کا خاتمہ کر سکیں۔ اور یہ ثابت کر دیں کہ رسولِ اکرم ﷺ کی معیت میں قلت میں بھی کثرت کے جلوے موجزن رہتے ہیں۔

رات کے اخیر حصّے میں سرکار دو عالم ﷺ کا ایک فدائی اپنے خیمے میں بیٹھ کر بارگاہِ خداوندی میں بڑی گریہ وزاری اور انہماک واستغراق کے ساتھ ہاتھوں کو اٹھائے دعا کر رہا ہے۔ الٰہ العالمین! تو عالم الغیب وشہادہ ہے تو جانتا ہے کل کفر واسلام کی ایک فیصلہ کن جنگ ہونے والی ہے۔ ہزار سے زائد دشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں ہم صرف تین سو تیرہ ہیں۔ ان کے نزدیک نہ گھوڑوں کی کمی ہے، نہ اونٹوں کی، نہ تلواروں کی قلت ہے اور نہ تیروں کی غرض یہ کہ ان کا ہر فرد قیمتی سے قیمتی جنگی ہتھیاروں سے لیس ہے۔ ان کا سینہ کبر ونخوت سے اکڑا ہوا ہے۔ وہ اس خیال سے کل میدانِ جنگ میں اُتر رہے ہیں کہ ہم بے سروسامان نہتے مسلمانوں کو چند لمحوں میں شکست فاش دے کر رہتی دنیا تک اسلام کے لیے ایک عظیم چیلنج ثابت کریں۔ ابو جہل، ولید، عتبہ وشیبہ جیسے سرخیلانِ عرب یہ یقین دہانی کرتے ہوئے کفارِ مکہ کو ورغلا کر میدانِ بدر میں لائے ہیں کہ ہمیں اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لیے مسلمانوں کے وجود کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر ہی دم لینا ہے۔ میرے مولا! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے پاس نہ اسلحہ جات کی فروانی ہے اور نہ جنگی سواروں کی کثرت۔ ہم ناموسِ توحید کے تحفظ کے لیے کفر کے بالمقابل تہی دست میدان میں اتر پڑے ہیں لیکن اس بات پر ہمارا ایمان وایقان ہے کہ تیری نصرت ومدد بڑی سے بڑی طاقتوں کو چشم زدن میں پامال وتاراج کر دیتی ہے۔ انھوں نے مادی ہتھیاروں پر بھروسہ کیا ہے اور ہم نے فقط تیری ذات پر۔ ہمارا یہی توکل ہمارے لیے مادی اسلحوں سے بڑھ کر کہیں زیادہ قوی اور طاقتور ہے اور یہی ہماری فتح وظفر کا باعث و

* مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت کے معتبر ناقد وادیب ہیں۔

ضامن ہے۔

بارِالٰہ! میرے دل میں یہ آرزو مچل رہی ہے کہ کل میدانِ بدر میں میرے مقابلہ میں ایک نہایت قوی ہیکل، جنگ جو بہادر سپاہی آئے۔ میرے اس کے درمیان گھمسان کی جنگ چھڑے۔ اس کی تلوار نیام سے باہر ہو کر میرے سر پر چمکنے لگے اور میری تلوار بھی اس کے سر پر لہرانے لگے۔ ایک دوسرے پر نیزوں کی بوچھار ہو، تیر سنسنائیں وہ مجھ پر وار کرے اور میں اس پر وار کروں۔ یہاں تک کہ لوگ ہمارے اس تاریخ ساز مقابلے کو دیکھ کر حیرت واستعجاب کے بحرِ عمیق میں غرق ہو جائیں۔

بالآخر میری تمنا یہ ہے کہ میں اس پر ایک ایسا وار کروں کہ وہ اس وار کی تاب نہ لاکر واصلِ جہنم ہو جائے۔ جوں ہی مذکورہ صحابی کی دعا ختم ہوئی۔ ایک اور صحابی بارگاہِ خداوندِ قدوس میں دست بدعا ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں پروردگار! ابھی ابھی میرے بھائی نے تیرے حضور اپنی فتح یابی اور غازی لقبی کی حسین ترین دعا کی ہے یہ بندۂ ناچیز بھی تیری بارگاہ سے اپنے کاسۂ تہی دست میں کچھ نوازش وکرم کی بھیک مانگ رہا ہے اور اپنی دیرینہ سرفروشی کی تمنا پیش کر رہا ہے۔ بار الٰہ! میری تاریک تمناؤں کو اجابت کے نور سے منور ومجلّٰی فرمادے۔

عین میرے بھائی کی طرح میری بھی آرزو یہی ہے کہ کل میدانِ کارزار میں میرے مقابل ایک نہایت جنگ جو، ظالم و سفاک سپاہی آئے اور ہم دونوں کے مابین ایک پر دہشت و ہیبت ناک جنگ ہو۔ میں اس پر حملہ آور ہوں اور وہ مجھ پر شدید سے شدید تر حملہ کرے مگر میری تمنا یہ نہیں ہے کہ میں اسے فنا فی النار اور موت کے گھاٹ اتار کر غازی کے لقب سے ملقب ہو کر جاہ وحشمت اور دلیری وبہادری کا شہ سوار بن جاؤں بلکہ میری قلبی دعا یہ ہے کہ دورانِ جنگ وہ مجھ پر ایک کاری ضرب لگائے کہ میں اس ضرب کی تاب نہ لاکر بدر کی تپتی ہوئی ریت میں گر کر بے ہوش ہو جاؤں۔ نہ صرف یہ کہ وہ میرے سر کو تن سے جدا کرے بلکہ میری ناک، کان اور زبان کو کاٹ کر جسم سے منفک کر دے اور اس حال میں کل روزِ قیامت تیری بارگاہ میں میری پیشی ہو اور تو مجھ سے پوچھے کہ اے میرے حبیب کے جاں نثار! میں نے تجھے خوبصورت ناک وکان عطا کیے انہیں کہاں چھوڑ آئے؟ میں نے تجھے حلاوت آگیں زبان دی تھی وہ کہاں گئی؟ تو میں سرخمیدہ دست بستہ عرض کروں کہ میرے خالق ومعبود! یہ تیرا بے پایاں کرم تھا کہ تو نے مجھے متناسب الاعضاء پیدا فرمایا تھا، میں تیری ان نوازشات کا شکر کیسے بجالاؤں۔ تیری بارگاہ میں ناچیز کی زندگی کا سارا اثاثہ نثار ہو میں نے تیرے عطا کردہ ناک، کان اور زبان کو تیری مقدس راہ میں اور تیرے حبیب کی رضا جوئی کی خاطر خوشی خوشی بدر کے میدان میں کٹوا دئے ہیں۔

دیوانے کے لبہائے نازک سے عجیب وغریب دعائیہ سرفروشانہ کلمات کیا نکل رہے تھے دنیا کا ذرہ ذرہ اس کے کلمات سُن کر حیرت واستعجاب کا پیکر بنتا جا رہا تھا۔ اس کی انوکھی تمنا کو سن کر فرشتے بھی حسرتوں کی دل آویز تصویر بنتے جا رہے تھے۔ فرش سے عرش تک ایک عجیب رقت انگیزی کا سماں بندھ چکا تھا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد جوں ہی شبِ دیجور نے اپنے رخ سے سیاہ نقاب اٹھایا صبح اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں او ررعنائیوں کے ساتھ عالم کے اطراف واکناف میں بکھرنے لگی۔ پھر رفتہ رفتہ آفتاب عالم تاب نے اپنی ضیا بار کرنوں سے دنیا کے چہرے پر تازہ نور بھر دیا۔ پھر کیا تھا چاروں طرف مخلوقِ خداوندی کسبِ معاش اور فکرِ زیست میں سرگرداں نظر آنے لگی۔ لیکن بدر کا بے آب وگیاہ چٹیل میدان جہاں خال خال کسی قافلہ کا گزر ہو جایا کرتا تھا مگر آج پورے میدان میں دو متضاد صفیں آراستہ وپیراستہ نظر آرہی تھیں۔ میمنہ، میسرہ، صاعقہ اور قلب سے مرتب دو فوجی دستے جوں ہی صف آرا ہوئے۔ تلواروں کے چلنے کی بھیانک آواز فضا میں گونج اٹھی۔ تیروں کی بوچھار اور نیزوں کی سنسناہٹ سے ریگ زارِ بدر کا سینہ کانپ اٹھا۔ ہر فریق ایک دوسرے کو تہِ تیغ کرنے کی سعیٔ پیہم کر رہا تھا۔ ابوجہل کے بزدل ونامراد سپاہی مسلمانوں کو خون آلود کر کے بے حس وحرکت تڑپتا دیکھنے کی آرزوؤں میں مچل رہے تھے۔ مگر مشیت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ تمام بوجہلیوں کی

آنکھیں یہ دیکھ کر تیرہ وتاریک ہو رہی تھیں کہ مسلمان جنگ جو، جوان سپاہی تو در کنار مدینے کے کم سن بچے اور ضعیف العمر دین کے سپاہی اپنی ہمت وجواں مردی کے بے مثل جوہر دکھا رہے تھے۔ جس طرف یہ گھس جاتے صفوں کی صفیں الٹ دیتے، کشتوں کے پشتے لگا دیتے۔ اس بات سے نادان کفارِ مکّہ بالکلیہ نابلد و ناآشنا تھے کہ فتح یابی کی ضامن مادی قوتیں نہیں ہوتیں بلکہ روح کی بالیدگی اور ایمانی جوش وخروش ہوا کرتے ہیں۔ یہ وہ روشن حقیقت ہے جسے مدینے کے ایک کسان صحابی کے دو نو عمر شہزادوں (حضرت معاذ ومعوذ) نے ابوجہل جیسے متکبر بہادر کو موت کے گھاٹ اتار کر مہر نیم روز کی طرح سچ کر دکھایا۔ امیر حمزہ اور شیرِ خدا سورمائے عرب کفار کو چشم زدن میں تہِ تیغ کرتے جا رہے تھے۔ کفارِ مکّہ کا ذہن یکسر ماؤف ہوتا جا رہا تھا کہ اخیر یہ بر عکس نتائج کیسے رونما ہوتے جا رہے ہیں۔

اثنائے جنگ وہ صحابی جنھوں نے فتح یابی اور غازی لقبی کی کل رات دعا مانگی تھی ان کی مڈبھیڑ ایک نہایت قوی ہیکل سپاہی سے ہوجاتی ہے۔ دونوں ہی اپنی جواں مردی و پا مردی کے نمونے پیش کر رہے تھے معاً صحابیٔ رسول اس نابکار ظالم کے سر پر ایسا وار کرتے ہیں کہ فوراً اس کا سر قلم ہوجاتا ہے اور آپ کے چہرے پر مسکراہٹوں کی کلیاں بکھرنے لگتی ہیں۔ آپ خدا کی بارگاہ میں سرِ نیاز خم کر کے تشکر بجالاتے ہیں اے اللہ! تو ہم نہتّے مسلمانوں پر کس قدر رحیم و کریم ہے کہ کل ہی میں نے دعا مانگی تھی اور صبح ہوتے ہی میری دعا کو اجابت کی خوشبوؤں سے معطر فرما دیا۔ فوراً آپ کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے اور آپ کی نگاہیں میدان کے وسط میں مرکوز ہو جاتی ہیں جہاں موت و زیست کا ایک دل دوز تصادم رواں دواں تھا۔ ٹھیک اس وقت انہیں خیال آیا کہ ارے! کل میرے بھائی نے تو ایک عجیب و غریب تمنا کی تھی ذرا چل کر دیکھیں تو سہی کہ اس بھائی کا کیا حال ہے؟ آگے بڑھے تو دیکھا صحابیٔ رسول ایک انتہائی ظالم و سفاک ابوجہلی کے ساتھ بری طرح برسر پیکار ہیں۔ آپ صفوں کو چیرتے ہوئے بے تحاشہ دوڑے اور جب اس صحابیٔ رسول کے قریب ہوئے تو یہ دیکھ کر آپ کے ہوش اڑنے لگے کہ وہ متعدد زخموں سے چور ہو چکے ہیں اور ان کی سانسیں جواب دے رہی ہیں۔ یکا یک آپ نے کیا دیکھا کہ وہ سفاک کافر آگے بڑھا اور صحابیٔ رسول کی ناک، کان اور زبان کاٹ کر پھینک دیا۔ جوں ہی کٹی ہوئی زبان زمین پر گری فوراً کٹی ہوئی زبان بہ بانگِ دہل بولنے لگی فزت برب الکعبہ فزت برب الکعبہ یعنی رَبِّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا، ربِّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔ جب یہ آواز لات وعزیٰ کے پرستار کے کانوں سے ٹکرائی تو وہ چونک اٹھا اور بغور بار بار فزت برب الکعبہ کو سننے کی اپنے اندر تاب فراہم کر رہا تھا اور یہ سوچتا جا رہا تھا بھلا یہ کیسی آواز ہے؟ کہیں زبان کٹ کر بھی بولا کرتی ہے؟ کیا کوئی مقتول قتل کے بعد بھی اپنی فتح وظفر کا اعلان کرتا ہے۔ ناگہاں اس کی نگاہیں اپنی خوں آشام تلوار پر مرکوز ہو جاتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ دنیا اس انسان کو فاتح وجواں مرد کے نام سے یاد کرتی ہے جس کی تلوار خون سے رنگی ہوتی ہے دنیا اسے کامیاب و کامران قرار دیتی ہے۔ جو کسی انسان کے جسم کو زخم آلود کر کے تڑپتا سسکتا چھوڑ دے، دنیا اسے جنگجو کا خطاب دیتی ہے۔ جو کسی کے سر کو تن سے جدا کر کے بے یار و مددگا چھوڑ دے، مگر یہ کیسے مذہب کا ماننے والا ہے، اسے کیسی مئے توحید پلائی گئی ہے کہ یہ کٹنے اور مرنے کے بعد بھی اپنی شاندار فتح یابی کے انمٹ نقوش دنیا کے ماتھے پہ ثبت کر کے جا رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر اس کافر کے دل میں چھپا ہوا کفر متزلزل ہوجاتا ہے، اس کا شرک خزاں گزیدہ پتوں کی طرح جھڑنے لگتا ہے، اس کے نفاق کا سینہ چھلنی ہوجاتا ہے، اس کے فتح وکامرانی کا نشہ ہرن ہو جاتا ہے، اس کا ضمیر اسے جھنجھوڑتا ہے کہ ارے او نابکار! سوچ کیا رہا ہے اب بھی تیرے اندر نفاست و پاکیزگی اور حقیقت و بالیدگی کی شمعیں فروزاں نہیں ہوتیں۔ جا فوراً اس محسنِ انسانیت کی بارگاہ میں جا اور ان کے قدموں کی دھول کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنالے۔ یہی وہ ہستی ہے کہ جس کے قدموں سے لپٹنے کے بعد انسان کے اندر حقانیت کا ایسا نشہ چڑھ جاتا

بقیہ ص ۲۹ رپر

تحقیقات

اپریل فول کیا ہے؟

(از: مفتی عبدالمالک مصباحی*

آج مسلمانوں میں غیروں کی نقالی کے سبب جہاں بہت سی برائیاں اور خرابیاں داخل ہوگئی ہیں، انہی میں سے ایک قبیح اور خطرناک بیماری "اپریل فول" بھی ہے، جو بہت سی خرابیوں اور حرام امور پر مشتمل ہے، مگر مغرب کی اندھی تقلید نے ہمارے نوجوانوں کو بالخصوص اس طرح سے مدہوش کردیا ہے کہ نہ اسے حلال وحرام کی تمیز ہے اور نہ ہی اپنے باپ دادا کی تاریخ کا علم، یہی وجہ ہے کہ یہ "اپریل فول" میں بھی پیش پیش نظر آتے ہیں اور "ویلن ٹائی ڈے" میں بھی سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں، "ہولی" میں بھی بڑھ چڑھ کر مستی کرتے ہیں اور "کرسمس" منانے میں بھی کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے ہیں، نوجوانو! ذرا قریب آؤ، اپنے کردار کا جائزہ لو اور اپنی تاریخ کا مطالعہ کرو۔

اپنی تاریخ کو جو قوم بھلادیتی ہے
صفحہ دہر سے وہ خود کو مٹا دیتی ہے

اپریل فول کا مطلب

اپریل فول کا مطلب ہے دوسروں کے ساتھ عملی مذاق کرنا، اس مذاق کی نہ کوئی حد ہے نہ کوئی سیما، کوئی بھی کسی طرح کا مذاق کسی سے بھی کرسکتا ہے، اس کے لئے سال میں ایک تاریخ "یکم اپریل" First April مقرر کی گئی ہے، اپریل لاطینی زبان کے لفظ Aprilis یا Aprire سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے پھولوں کا کھلنا کونپلیں پھوٹنا۔

اپریل فول کی تاریخ

تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ "اپریل فول" April Fool منانے کے تعلق سے اہل علم کے درمیان متعدد روایتیں ملتی ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فرانس میں سترہویں صدی تک سال کا آغاز اپریل سے ہوا کرتا تھا، نئے سال کی آمد کے موقع پر لوگ ایک دوسرے کو Gift دیا کرتے تھے، جیسا کہ آج کل "یکم جنوری" First January کو ہوتا ہے، مگر فرانس کے بادشاہ نے جب کلینڈر کی تبدیلی کا حکم دیتے ہوئے یہ کہا کہ اب سال کی شروعات بجائے اپریل کے جنوری سے ہوا کرے گی اور اس پر عمل بھی شروع کرادیا، مگر ان دنوں چونکہ آج کی طرح سے میڈیا سروسیز کا انتظام نہیں تھا اس لیے دور دراز کے لوگوں کو اس حکم نامہ کی اطلاع نہیں مل پائی اس لئے بہت سے علاقوں میں اسی پرانی تاریخ ہی میں تحائف کا تبادلہ ہوا اور جن لوگوں نے پہلے ہی نئے سال کی تقریب منالی تھی ان کا مذاق اڑایا اور "اپریل فول" کے نام سے ان پر طنز کرتے رہے، آہستہ آہستہ یہ روایت عام ہوئی یہاں تک کہ پورے یورپ میں یہ دن بطور تہوار کے منایا جانے لگا۔

اس تعلق سے ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ قدیم رومی قوم موسم بہار کی آمد پر شراب کے دیوتا "وینس" کی پوجا کرتے اور شراب کے نشہ میں مست ہوکر طرح طرح کی نازیبا حرکتیں کیا کرتے تھے، جس میں جھوٹ کا کثرت سے استعمال ہوتا رفتہ رفتہ جھوٹ کی کثرت "اپریل فول" کا ایک اہم حصہ بن گیا، اس تعلق سے ایک اور نہایت تکلیف دہ اور اذیت آمیز تاریخ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ جسے سننے کے بعد رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور غیرت ایمانی رکھنے والا دل لرزہ براندام ہوجاتا ہے، اسپین روئے زمین کا وہ خطہ ہے جہاں اسلام کے بطل جلیل حضرت طارق بن زیاد نے ساحل سمندر پر اتر کر یہ کہتے ہوئے اپنی کشتیوں کو نذر آتش کردیا تھا کہ

ہر ملک ملک ما است — کہ ملک خدا ما است

یا تو اس ملک پر اسلامی پرچم لہرائیں گے یا اپنی جانوں کا

*مضمون نگار سہ دو ماہی رضائے مدینہ جمشید پور جھارکھنڈ کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

نذرانہ پیش کر دیں گے، مگر کسی بھی حال میں واپس نہیں جائیں گے، بالآخران جانبازوں کا جذبۂ سرفروشی کارگر ثابت ہوااور اسپین کی سرزمین پر ہلالی پرچم لہرانے لگا، یہاں مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک بڑی شان وشوکت اور جاہ وجلال کے ساتھ حکمرانی کا فریضہ انجام دیا، اسی سرزمین پر مسلمانوں کی عظمت وشوکت کا ترانہ گنگنانے والی ”جامع قرطبہ“ قائم ہوئی جوصرف ایک عظیم الشان مسجد ہی نہیں بلکہ اس وقت پوری دنیا میں ایک عظیم الشان یونیورسیٹی کی حیثیت رکھتی تھی، مگر صدیوں بعد یہاں کے مسلمان جب عملی کوتاہی اور آپسی رسہ کشی کے شکار ہوئے تو عیسائیوں کو موقع ملا اورانہوں نے شہر پر چڑھائی کر کے مملکت کی اینٹ سے اینٹ بجادی، مسلمانوں کے خون سے اسپین کی گلیوں میں نالے بہنے لگے، سڑکوں اور شاہراہوں پر خون کی اتنی بہتات تھی کہ دشمنوں کے گھوڑوں کی ٹانگیں تک ڈوب گئیں، انسانی خون کی اتنی ارزانی ہوئی کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، کشت و خون کی ہولی کا سلسلہ کئی ہفتوں تک جاری رہا، بادشاہ فریڈنینڈ کواس سے بھی تسلی نہ ہوئی تو اس نے اسپین کو مسلمانوں کے وجود سے خالی کرانے کے لئے یہ کہا کہ ”ملک میں جو بھی مسلمان کہیں بچے کھچے اور چھپے ہوئے ہیں انہیں بحفاظت تمام ”اسلامی ملک“ میں بھیج دیا جائے گا، اس لیے فلاں تاریخ کو فلاں میدان میں سارے مسلمان جمع ہوجائیں“ یہ اعلان سن کر جہاں کہیں بھی مسلمان ڈرے سہمے چھپے تھے وہ سارے نکل آئے کہ ہم اپنی جان بچا کر کسی اسلامی ملک میں چلے جائیں گے، عیسائی بادشاہ نے ساحل سمندر پر کشتیوں کا انتظام کیا تھا، مسلمان اپنی جان کی حفاظت دیکھتے ہوئے مستقبل کے منصوبے بناتے ہوئے سمندر میں چلے جارہے تھے کہ ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت بادشاہ کے کارندوں نے کشتی میں جگہ جگہ سوراخ کر کے خود باہر نکل آئے اور مسلمانوں کے ڈوبنے کا نظارہ کرنے لگے، تھوڑی دیر بعد کشتی پانی سے بھر گئی اور مسلمانوں کی بھاری تعداد سمندر کی لہروں میں ہمیشہ ہمیش کے لیے خاموش ہوگئی، یہ یکم اپریل First April کی تاریخ تھی، مغربی دنیا اسی تاریخ کو یاد کر کے اپنے اوپر فخر اور مسلمانوں کی موت پر گھی کے چراغ جلاتی ہے۔

اپریل فول کی شرعی حیثیت

مغربی اقوام کا یہ جشن مسرت اسلامی نقطۂ نظر سے کئی خرابیوں اور برائیوں پر مشتمل ہے، اس لیے یہ سراسر حرام ہے۔

(۱) **جھوٹ کی کثرت:** اپریل فول میں جھوٹ کثرت سے بولا جاتا ہے اور جھوٹ کے تعلق سے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: لعنة الله علی الکاذبین۔ یعنی جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

جھوٹوں کی برائی بیان کرتے ہوئے آقا ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز ۸ رقسم کے لوگ اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے برے ہوں گے: (۱) جھوٹ بولنے والے (۲) تکبر کرنے والے (۳) وہ لوگ جو اپنے سینوں میں اپنے بھائیوں سے بغض چھپا کر رکھتے ہیں اور جب وہ ان کے پاس آتے ہیں تو ان سے خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں (۴) وہ لوگ کہ جب انہیں اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلایا جاتا ہے تو ٹال مٹول کرتے ہیں اور جب شیطانی کاموں کی طرف بلایا جاتا ہے تو اس میں جلدی کرتے ہیں (۵) وہ لوگ جو کسی دنیوی خواہش کی تکمیل پر قدرت پاتے ہیں تو قسمیں اٹھا کر اسے جائز سمجھنے لگتے ہیں اگر چہ وہ ان کے لئے جائز نہ ہو (۶) چغلی کھانے والے (۷) دوستوں میں جدائی ڈالنے والے اور (۸) نیک لوگوں کے لیے گناہ میں مبتلا ہونے کی تمنا کرنے والے، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل ناپسند کرتا ہے۔ [المعجم الکبیر، جلد ۱۶ رص ۳۹]

(۲) **دھوکہ اور فریب:** اپریل فول کے موقع پر لوگ ایک دوسرے کو دھوکہ اور فریب دے کر خوش ہوتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے کسی مسلمان کے ساتھ بددیانتی کی یا اسے نقصان پہنچایا یا دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔ [جامع الاحادیث للسیوطی، جلد ۵ رص ۱۹۰]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مکر وفریب جہنم میں لے جانے والے ہیں۔ [شعب الایمان، جلد ۴ رص ۳۲۷]

(۳) **وقت کی بربادی:** وقت دنیا کی بیش قیمت چیزوں میں سے ایک اور نہایت اہم ہے، یہ جب نکل جاتا بقیہ ص ۲۹ رپر

از: مشتاق احمد اویسی امجدی*

سیدنا امام جعفر صادق اور ان کی نیاز پاک

تحقیقات

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا امام باقر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، آپ کا اسم گرامی جعفر، کنیت ابو عبد اللہ اور لقب صادق ہے، آپ بلند پایہ محدث اور وقت کے امام تھے، امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام سفیان ثوری اور امام سفیان بن عیینہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے بڑے بڑے اکابرین ملت اور اساطین امت آپ کے شاگرد گزرے ہیں، آپ انتہائی عابد و زاہد، متقی و پرہیز گار اور مستجاب الدعوات تھے، حضرت امام مالک کا بیان ہے کہ میں ایک زمانے تک آپ کی بارگاہ میں آتا جاتا رہا مگر میں نے ہمیشہ آپ کو تین عبادتوں میں سے ایک میں مصروف پایا، یا تو آپ نماز پڑھتے ہوئے ملتے یا تلاوت میں مشغول ہوتے یا روزہ دار ہوتے۔ اور دعا کی مقبولیت کا عالم یہ تھا کہ جب کبھی آپ کو کسی چیز کی حاجت ہوتی بارگاہ خداوندی میں ہاتھوں کو بلند کرتے اور اپنی حاجت پیش کرتے ابھی آپ کے ہاتھ نیچے نہ آتے کہ وہ چیز آپ کے پہلو میں ہوا کرتی۔ [اولیائے رجال الحدیث، ص ۸۳-۸۴]

آپ کثیر الکرامات بھی تھے، میں ان میں سے دو کرامتیں یہاں درج کر رہا ہوں:

(۱) ایک حاجی صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی، میں حج کو جارہا ہوں، یہ دس ہزار درہم رکھیے اور میرے لیے ایک مکان خرید لیجیے تاکہ میں حج سے فراغت کے بعد اس میں قیام کروں، امام صاحب نے ساری رقم راہ خدا میں صرف فرما دی، جب حاجی صاحب حج سے لوٹے اور حاضر خدمت ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حاجی صاحب! میں نے آپ کے لیے ایک مکان خریدا ہے جو ایک سمت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس سے ملتا ہے، دوسری سمت سے مولائے کائنات، شیر خدا، علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے شبستان معلّٰی سے ملتا ہے، تیسری طرف سے امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے مقدس قصر سے اور چوتھی جانب سے امام حسین رضی اللہ عنہ کے محل انور سے، یہ لو اس کا بیع نامہ، حاجی صاحب نے بیع نامہ کا کاغذ لیا اور گھر چلے گئے اور اہل خانہ کو وصیت کی کہ میری وفات کے بعد میری قبر میں یہ کاغذ رکھ دینا، جب حاجی صاحب کا وصال ہوا، حسب وصیت کاغذ قبر میں رکھ دیا گیا، دوسرے دن ہی بیع نامہ کا کاغذ قبر کے اوپر رکھا ہوا ملا اس کی پشت پر لکھا ہوا تھا: امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔“ [شواہد النبوۃ، ص ۱۹۱]

(۲) ایک شخص نے مکہ شریف میں ایک چادر خریدی اور ارادہ کیا کہ اسے باحتیاط رکھوں گا تاکہ میرے مرنے کے بعد کفن میں کام آئے، جب عرفہ سے مزدلفہ پہنچا تو چادر کھو گئی، بہت افسوس ہوا، صبح مزدلفہ سے منیٰ آیا اور مسجد خیف میں اقامت کی، یکا یک ایک شخص آیا اور کہنے لگا: تمہیں امام جعفر صادق [رضی اللہ عنہ] طلب فرماتے ہیں، وہ وہاں پہنچا سلام عرض کر کے بیٹھ گیا، تو امام صاحب نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک چادر دوں کہ بعد موت وہ کفن میں کام آئے، عرض کی: ہاں، اے امام! میری چادر کھو گئی ہے، آپ نے خادم کو حکم فرمایا، اس نے چادر حاضر کی بعینہ وہی چادر تھی جو کھو گئی تھی، فرمایا: یہ لو اور خدا کا شکر ادا کرو۔ [شواہد النبوۃ، ص ۱۹۰]

آپ نے مدینہ منورہ میں ۱۵/رجب المرجب اور ایک روایت کے مطابق ۲۲/رجب ۱۴۸ھ کو وفات پائی اور جنت البقیع میں اپنے والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

[اولیائے رجال الحدیث، ص ۸۵]

* مضمون نگار امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک، مہاراشٹر کے استاذ ہیں۔

کونڈے کی نیاز

ہمارے دیار میں ماہ رجب المرجب کی ۲۲ رویں تاریخ کو نئے کونڈے (مٹی کے برتن) میں حلوہ پوری یا کھیر پوری پر امام جعفر صادق کی نیاز دلاتے ہیں جو شرعا جائز ہے، اس کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ جس چیز کے ناجائز ہونے کا شرعی ثبوت نہ ہو وہ امر جائز ہوتا ہے''لان الاصل فی الاشیاء الاباحۃ'' اور کونڈوں کے ناجائز ہونے کی شرعی دلیل نہیں پائی جاتی، اس سے معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے، نیز اس کی اصل ایصال ثواب ہے جس کا ثبوت متعدد احادیث میں مصرح ہے: **عن سعد بن عبادہ قال: یارسول اللہ! ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل؟ قال 'الماء' فحفر بئراً وقال: ھذہ لام سعدٍ، رواہ ابو داؤد، والنسائی۔** یعنی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ [ﷺ]! سعد کی ماں کا انتقال ہو گیا ہے تو ان کے لئے کون سا صدقہ بہتر ہے؟ سرکار نے فرمایا 'پانی' تو حضرت سعد [رضی اللہ عنہ] نے کنواں کھودا اور فرمایا: یہ سعد کی ماں کے لئے ہے۔

[مشکوۃ المصابیح، ص ۱۶۹]

مسلم شریف میں حضرت عائشہ سے مروی ہے: **عن عائشۃ ان رجلا اتی النبی ﷺ فقال: یا رسول اللہ! ان امی افتلتت نفسھا ولم توص واظنھالو تکلمت تصدقت افلھا اجران تصدقت عنھا؟ قال: نعم۔** یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور عرض کیا: یارسول اللہ [ﷺ]! میری ماں کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے کوئی وصیت نہیں کی اور میں گمان کرتا ہوں، اگر وہ کلام کرتی تو صدقہ کرنے کی وصیت کرتی تو کیا اس کے لئے اجر ہے، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ سرکار نے فرمایا ''نعم'' ''ہاں''۔

مذکورہ حدیث کے تحت امام نووی فرماتے ہیں: **وفی ھذہ الحدیث ان الصدقۃ عن المیت تنفع المیت و یصل ثوابھا و ھو کذالک باجماع العلماء** یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر میت کی طرف سے صدقہ کیا جائے تو میت کو اس کا فائدہ اور ثواب پہنچتا ہے، اسی پر علما کا اتفاق ہے۔ [مسلم شریف، ج ۱، ص ۳۲۴]

اس مسئلہ کا تفصیلی بیان عمدۃ المحققین ملک العلماء علامہ سید ظفر الدین بہاری رضوی کے رسالہ مبارکہ ''**نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال الثواب**'' مشمولہ فتاویٰ ملک العلماء میں ہے:

۲۲ رویں رجب کے کونڈے ہوں یا ایصال ثواب کا کوئی اور طریقہ، اس کے جائز ہونے کے لیے شریعت مطہرہ نے نہ تو کسی تاریخ کو لازمی قرار دیا ہے اور نہ اس کے لیے مخصوص ذائقہ والی کوئی مخصوص مقدار کا کھانا شرط کیا ہے، بلکہ شرعاً ایصال ثواب ہر حلال کھانے پر ہر وقت درست ہے، اسی طرح شریعت نے یہ بھی ضروری نہیں کیا ہے کہ شیرینی کسی خاص قسم کے برتنوں میں رکھ کر اس پر فاتحہ پڑھا جائے بلکہ تمام جائز برتنوں میں اسے رکھا جا سکتا ہے، یونہی شریعت نے یہ بھی لازم نہیں کیا کہ اس کو صرف مخصوص لوگ مخصوص جگہ پر بیٹھ کر کھائیں بلکہ شرکا محفل اور غیر شرکا تمام مسلمان کو شرعا اس کے کھانے کی اجازت ہے، نیز شرعا یہ بھی کوئی ضروری نہیں کہ فاتحہ طلوع آفتاب سے پہلے ہو بلکہ تمام اوقات میں جائز ہے، البتہ ہم نے اس عمل خیر میں کچھ ایسے رسم ورواج اپنا لیے ہیں کہ جن کی ناشائستگی شمس وامس کی طرح عیاں ہے، جن سے تمام مسلمانوں کا بچنا لازم وضروری ہے مثلاً:

(۱) مٹی کے برتن (کونڈے) ہی میں نیاز دلانا، اس کے علاوہ گھر کے دیگر برتنوں میں نہ دلانا، جبکہ گھر کے دیگر برتنوں میں بھی ہو سکتی ہے، اگر یہ خیال ہو کہ گھر کے برتن اس قابل نہیں کہ اس میں نیاز دلائی جائے، جب تو یہ خود غلط ہے کیونکہ ہر مسلمان اپنے اپنے برتن پاک وصاف رکھتا ہے، ہاں اگر یہ مقصود ہو کہ یہ کونڈے بعد فاتحہ گھر کے کام آ جائیں گے یا خانۂ خدا میں رکھ دیں گے تا کہ مصلّیوں کے کام آئیں، جب تو یہ نیت محمود ومستحسن ہے اور کچھ لوگ تو نہ اپنے گھر میں رکھتے ہیں اور نہ ہی خانۂ خدا میں بلکہ انہیں دریا برد کر دیتے ہیں کیونکہ وہ یہ گمان

کرتے ہیں کہ بعد فاتحہ یہ کونڈے اتنے متبرک ہو گئے کہ اب یہ استعمال کے قابل نہ رہے، ایسا خیال تو سخت جہالت اور انہیں دریا میں ڈال دینا مال کی اضاعت ہے جو ناجائز و حرام ہے۔

(۲) جہاں نیاز دلائی جائے اسے وہیں کھانا وہاں سے ہٹنے نہ دینا، یہ انتہائی لغو وبے بنیاد حرکت ہے، حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: اسی طرح ماہ رجب میں بعض جگہ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصال ثواب کے لیے پوریوں کے کونڈے بھرے جاتے ہیں یہ بھی جائز ہے مگر اس میں بھی اسی جگہ کھانے کی بعضوں نے پابندی کر رکھی ہے یہ بے جا پابندی ہے۔ [بہار شریعت مخرجہ، ج ۳، ص ۶۴۳]

(۳) جو کچھ بچ جائے اسے اگلے دن کے لیے نہ رکھنا بلکہ اسے یونہی دفن کر دینا، یہ تو سراسر ظلم اور اسراف وفضول خرچی ہے اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: **كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ۔** [سورۂ اعراف، آیت ۳۱]

کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو بے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں۔ [کنز الایمان]

(۴) خواتین اسلام کا ایام مخصوصہ میں نیاز پکانے اور اس میں سے کھانے سے گریز کرنا اور یہ گمان کرنا کہ اس حالت میں وہ نیاز نہیں پکا سکتیں، یہ ایک جاہلانہ رسم اور ہندوانہ خیال ہے، اسلام ہرگز ان باتوں کا حکم نہیں دیتا ہے، شرعی مسئلہ یہ ہے کہ حیض ونفاس والی عورت ایسی حالت میں اپنے ہاتھ خوب پاک وصاف اور تازہ وضو کرکے نیاز پکا سکتی ہے، حدیث پاک میں آیا ہے کہ عورت کا حیض اس کے ہاتھ میں نہیں ہوتا ہے چنانچہ مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، وہ بیان کرتی ہیں: اَمَرَنِی رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ اَنْ اُنَاوِلَہُ الْخُمْرَۃَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ اِنِّی حَائِضٌ فَقَالَ: تَنَاوَلِیْھَا فَاِنَّ الْحَیْضَۃَ لَیْسَتْ فِی یَدِکِ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ہاتھ بڑھا کر مسجد سے مصلیٰ اٹھا دینا، میں نے عرض کی، میں حائضہ ہوں، اس پر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں کچھ"

اللہ سبحانہ تعالیٰ ہمیں اور جملہ مومنین کو فیضان حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مالا مال فرمائے، کثرت سے صدقات وخیرات کی توفیق عطا فرمائے اور ہر غلط رسم ورواج اور منکرات وخرافات سے محفوظ فرمائے، اللّٰھم احینا علی السنۃ والجماعۃ فتوفنا علیھا، وارزقنا شفاعۃ حبیبک النبی الکریم، ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔ ■■■

ص ۵۶ / کا بقیہ.......

ہمیشہ اعدائے دین پر منصور رکھے۔" [ایضاً، ص ۳۵۹]

بارگاہ اعلیٰ حضرت سے تمغۂ خطاب

سیدنا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے دوسرے محبین کے ساتھ ساتھ اپنے اس چہیتے خلیفہ کے لئے بھی القابات تحریر فرمائیں ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

"حضرت محدث سورتی کے لئے "الاسد الاسد الاشد"، حضرت قاضی عبد الوحید صاحب فردوسی عظیم آبادی کے لئے "ندوہ شکن ندوی فگن"، حضرت مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی کے لئے "شیر بیشۂ اہلسنت"، حضرت حاجی محمد لعل قادری برکاتی رضوی مدراسی کلکتوی کے لئے "حامیٔ سنت ماحیٔ بدعت" اور حضرت مولانا عبد القادر صاحب بدایونی کے لئے "تاج الفحول" کا خطاب تجویز فرمایا۔" [فتاویٰ رضویہ ششم، ص ۳۶۶]

سفر آخرت

آپ کا وصال مبارک ۱۵/ ذیقعدۃ الحرام ۱۳۳۹ھ / ۲۱ جولائی ۱۹۲۱ء کو کلکتہ میں ہوا، آپ کے وصال ملال پر مرشد برحق مجدد اعظم حضرت محدث بریلوی غم سے نڈھال ہو گئے اور فرمانے لگے آج میرا ایک بازو مجھ سے الگ ہو گیا، جنازہ کی نماز میں علما، مشائخ، مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور اہل عقیدت نے غمناک آنکھوں کے ساتھ سپرد خاک کیا۔ ■■■

بقلم خود

از: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری*

بقلم خود امیر القلم، بزبان خویش مناظر اہل سنت اور بدہان خود مفکر اسلام جیسے القابات پر ایک تجزیاتی تحریر

آج زمانہ جس ڈگر پر چل رہا ہے، لوگ جس حال و ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں، اس حال و ماحول میں ''ریا'' نے جیسے ڈیرہ جمالیا ہے۔ جس ڈگر پر نظر ڈالیے دِکھا دِکھا اور سر اُٹھا اُٹھا کر اپنا جلوہ دکھا رہا ہے۔ خلوت نے جلوت کا روپ دھار لیا ہے۔ نہاں، عیاں کی خلعتِ فاخرہ پر فخر کر رہی ہے۔ جو دل کی بات تھی وہ زبان پر آ گئی ہے۔ جو نہ کہنے کی چیز تھی، بلا تامّل کہی جا رہی ہے۔ اور جس کے نہ لکھنے ہی میں عافیت تھی، بے دھڑک لکھی جا رہی ہے۔ ایسی بے نیازی، بے پروائی، بے فکری کی کیفیت ہے کہ کمیت نے جیسے گوشۂ عافیت ڈھونڈ لی ہے۔ اگر یہ جسارت صرف جہالت کے آنگن میں ہوتی تو تاویل پر تاویل کی جاتی، مگر اسے کیا کہیے کہ علم کی گود بھی اس غفلت سے محفوظ نہیں ہے۔ اور علم وہ بھی علمِ دین جو اصل علم، روحِ علم، ماخذ علم اور منبع علم ہے۔ کروڑوں درود نازل ہوں کعبہ کے بدرالدجیٰ پر اور لاکھوں سلام برسیں طیبہ کے شمس الضحیٰ پر جنھوں نے اس علم کی عصمت و اہمیت لوگوں کے دلوں میں جا گزیں کرنے اور نا قدروں کی نا قدری کے صدمے سے بچانے کے لیے صدیوں پہلے تنبیہ کر دیا تھا کہ ''نا اہل کو علم (قرآن و حدیث) سکھانا ایسا ہے جیسے خنزیر کے گلے میں سونے اور موتی کا ہار پہنانا۔'' [مفہوم حدیث، مشکوٰۃ]

پتہ چلا کہ یہ علم اہل کے لیے ہے، نا اہل کے لیے نہیں ہے۔ یہ بلا لحاظِ تعلیم کا نتیجہ ہے کہ علم کچھ لوگوں کے ہاتھوں سرِ بازار رُسوا ہو رہا ہے اور جس طرح ہر کسی کو تعلیم دینے کی اجازت نہیں ہے، ویسے ہی ہر کسی سے تعلیم لینے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ''یہ علم (یعنی قرآن و حدیث کی تعلیم) دین ہے، لہٰذا تم دیکھ لو کہ کس سے دین حاصل کر رہے ہو۔'' [مسلم]

لہٰذا دینی رُموز و اسرار ہر کسی کو بتانے، یا دینی علوم و افکار ہر کسی سے سیکھنے کی چھوٹ نہیں ہے، پہلے غور کرو کہ وہ خود کیسا ہے، اگر شاگرد ہے تو اہل ہے کہ نہیں اور اگر استاذ ہے تو اخلاص عقیدہ و عمل سے اس کا دامن مزین ہے کہ نہیں۔ پہلے پرکھو، جانچو، پھر قریب کرو، قریب ہونے کا موقع دو، اگر معیار درست ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ کنارہ کش ہو جاؤ، جب تک اس توازن کا پاس و لحاظ تھا، علم سمتوں میں پھولتا پھلتا اور جہتوں میں پھیلتا تھا۔ مذہبی فضا معتدل تھی۔ سماجی آب و ہوا خوش گوار تھی، توازن کیا بگڑا ہر طرف اُتھل پتھل نظر آنے لگی۔ توازن کیا بگڑا معاشرتی ہوش کے قفس کی تیلیاں بکھر گئیں۔ عملی جسم کے اخلاص کی روح کیا نکلی، فکرِ آخرت اور خوف باز پرس سے آدمی بے نیاز ہو گیا۔ سادگی و بے نفسی کا جنازہ نکل گیا۔ رضا و رِجا کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں، مکر و فریب کے تعفّن سے گرد و پیش بوجھل ہو گیا۔ حالاں کہ کوئی بھی عمل چھوٹا ہو یا بڑا، ایک مسلمان کا اس کے پیچھے یہ جذبۂ خیر کار فرما ہوتا ہے کہ روزِ جزا اس کا صلہ ملے گا۔

تاہم اس حقیقت کو کبھی فکر و نظر سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہیے کہ عملِ خیر اگر دشوار تر ہے تو اس کی حفاظت دشوار ترین۔ بہت سی چیزیں ہیں جو اعمالِ خیر کے لیے زہر قاتل ہیں۔ ان میں رِیا و سمعہ کی تو بطور خاص قرآن و حدیث میں مذمّت کی گئی اور اس سے ہر حال میں بچے رہنے کی تنبیہ کی گئی ہے۔ اخلاص و بے نفسی کو اپنانے اور رِیا و دکھاوا سے دور رہنے کی ہدایت پر ہدایت دی گئی ہے۔ فقہاے کرام فقہ میں اخلاص کی خوبیوں اور رِیا کی خامیوں سے دامن اوراق گلزار کرتے

* مقالہ نگار پٹنہ جامعہ رضویہ پٹنہ کے مہتمم اور اہل سنت کے معروف و معتبر اہل قلم ہیں۔

رہے، تو صوفیاے کرام مجلسِ شبانہ و یومیہ میں سینۂ اشخاص لالہ زار بناتے رہے۔ کسی بھی کام کو صرف اللہ و رسول جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوش نودی کے لیے کرنا اخلاص ہے، تو اس میں کسی بھی طرح کی نمود و نمائش کی آلائش ''رِیا'' اللہ جل جلالہ اور نبی اکرم ﷺ کے نزدیک صرف اور صرف اخلاص کی قدر و قیمت اور پوچھ تاچھ ہے۔ قربانی جیسے فدایانہ عمل کے لیے فرمایا گیا:

''لَنۡ یَّنَالَ اللہَ لحومھا وَلَا دِمَآءُھَا وَلٰکِن ینالہ التقویٰ منکم۔ ہرگز ہرگز خدا کے دربار میں نہ قربانی کا گوشت پہنچتا ہے نہ خون، ہاں تمہاری پرہیزگاری وہ انمول نیکوکاری ہے جو دربارِ باری میں باریاب ہوجاتی ہے۔''

اخلاصِ عمل کی دولتِ بے بہا سے مالا مال رہنے کے لیے دوسری جگہ فرمایا گیا: قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ اے محبوب! آپ فرمادیجیے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے، جو سارے جہان کا رب ہے۔

یہ تھی اخلاصِ فکر و عمل کے بارے میں صرف دو آیت، جس میں واشگاف لفظوں میں فرمادیا گیا کہ جو کچھ ہو صرف میرے لیے ہو۔ جو کچھ کرو صرف میری رضا کے لیے کرو۔ خیالِ غیر کا شائبہ تک نہ آنے پائے۔ نام و نمود کی بو تک بھی نہ لگنے پائے۔ اور اگر ادنیٰ سی بھی نام و نمود کی ملاوٹ ہوگئی تو نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

میں تمہارے بارے میں جس چیز سے بہت ڈرتا ہوں، وہ شرکِ اصغر ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! شرکِ اصغر کیا چیز ہے؟ فرمایا: رِیا، یعنی دکھاوے کے لیے کام کرنا۔ [احمد]

دوسری حدیث میں ہے: جو شخص لوگوں میں اپنے عمل کا چرچا کرے گا، خدائے تعالیٰ اس کی ریا کاری کو لوگوں میں مشہور کردے گا اور اس کو ذلیل و رُسوا کردے گا۔ [بیہقی]

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عمل کی فکر نہ کرو، اس کی قبولیت کی فکر کرو، کیوں کہ نبی ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اخلص العمل یجزیك منه القلیل۔ اپنے عمل کو خالص کرو، تھوڑا بھی کافی ہوگا۔ [احیاء العلوم]

عمل کو اگر خالص نہ کیا جائے تو بڑے بڑے علما کا علم بھی کام نہیں آتا، دولت دھری کی دھری رہ جاتی ہے اور نتیجہ انتہائی بھیانک نکلتا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن پہلے تین قسم (عالم، سخی، شہید) کے لوگوں سے سوال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عالم سے پوچھے گا تجھے جو علم حاصل ہوا، اُس کے سلسلے میں تو نے کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں رات کی ساعتوں اور دن کے اوقات میں اس کے لیے کمر بستہ رہتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا اور فرشتے بھی کہیں گے کہ تو جھوٹ کہتا ہے، بلکہ تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ کہیں کہ فلاں شخص عالم ہے۔ تو یاد رکھ! ہم نے اپنے بندوں سے تجھے عالم کہلوا دیا۔ یہاں تیرے لیے کوئی جزا نہیں ہے۔ پھر سخی اور شہید کا بھی یہی حشر ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابو ہریرہ! یہ وہ لوگ ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے ان پر آگ بھڑکائی جائے گی۔ [ترمذی]

جو لوگ آج اپنے لیے متعینہ پسندیدہ لقب استعمال کرتے، لکھتے یا بولتے ہیں بقلم خود ماہر رضویات، امیر القلم لکھتے نہیں جھجکتے، بزبانِ خویش مناظر اہلِ سنّت، محقق عصر بولتے نہیں شرماتے یا ان کے سوا اور بھی کوئی صاحب اپنے لیے کوئی لقب لکھتے یا بولتے یا پسند کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو ہوش کے ناخن لینے چاہئے۔ کل قیامت کے دن باز پرس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ جو تم چاہتے تھے وہ ہم نے اپنے بندوں سے تم کو کہلوا دیا۔ یہاں تمہارے لیے کوئی جزا نہیں ہے۔ تو پھر انجام سوچیے کتنا خطرناک ہے۔ [الامان والحفیظ]

اللّٰھم ربنا اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ یعنی رِیا، دکھاوا و نمائش اچھے سے اچھے اور بڑے سے بڑے اعمال کے لیے ایسے برقِ حاطف ہیں کہ آن کی آن میں پورا خرمنِ عمل جل کر راکھ کا ڈھیر ہوجاتا ہے۔ اعلیٰ

حضرت امام اہلِ سنّت محدثِ بریلوی کے والد گرامی، مفسّر قرآن حضرت علامہ نقی علی خاں علیہما الرحمۃ والرضوان "احسن الوعاء لآداب الدعاء" میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص کے یہاں دعوت میں تشریف لے گئے، میزبان نے خادم سے کہا، ان برتنوں میں کھانا لاؤ جو دوسری مرتبہ کے سفرِ حج میں لایا ہوں، حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ نے فرمایا: نادان! تو نے ایک ہی جملے میں اپنے "حج ضائع کر دیے" صرف دو حج کا اشارۃً اظہار کرنے پر۔"

حضرت سفیان ثوری جیسے جلیل القدر محدث کا یہ فرمانا کہ "ایک ہی جملے میں دو حج ضائع کر دیے" موجودہ نمائش و زیبائش کے مناظر میں کس قدر عبرت انگیز اور سبق آموز ہے اشارے کی زبان میں کہی گئی دکھاوے کی ایک بولی جب دو حج برباد کر سکتی ہے تو سینۂ قرطاس پر چمکتا ہوا لقب (ماہر رضویات امیر القلم) کیا کیا قیامت ڈھا سکتا ہے اور کتنے ذخیرۂ عمل کو تباہ کر سکتا ہے۔ چراغِ بصیرت اگر گل نہیں ہوا ہے تو سنبھل جانے کے لیے ہدایت کی یہ کرن کافی ہے ع

شاید کہ اُتر جائے دل میں میری بات

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں:

"جس دن بندوں کے اعمال کا بدلہ دیا جائے، ریا کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس کے دکھاوے کے لیے کام کرتے تھے جا کر دیکھو کہ وہاں تمہارے لیے کوئی بدلہ اور خیر ہے۔" [بیہقی]

دنیاوی چند دنوں کی واہ واہی لوٹنے کے لیے جن لوگوں نے نام و نمود کو فطرتِ ثانیہ بنا لیا ہے کل روزِ جزا معلوم ہوگا کہ کس سے کٹے اور کس سے جڑے، کیا کھویا اور کیا پایا۔ اسلام نے دل کے تزکیہ پر جو زور دیا ہے اور ہر کام میں اخلاص کا دامن تھامے رہنے کی جو ہدایت کی ہے وجہ یہی ہے کہ ریا دل کی بیماری ہے، اس سے روح گندی اور ضمیر اندھا ہوتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ اپنے ظاہر کو درست کرنے میں بڑا اہتمام کرتا ہے، تو سمجھ لو کہ اس کا باطن خراب ہے۔" [رسالہ قشیریہ]

بقلم خود اپنے لیے کوئی لقب لکھنا، یا بزبانِ خود بولنا احساسِ برتری کا اعلامیہ ہے، اس سے نخوت کا خمار ٹپکتا ہے، غرور کی بو آتی ہے، ریا کا دھواں اُٹھتا ہے، یہ چیزیں ترقیِ درجات کی راہ کا سنگِ گراں ہیں، عظمت و رفعت کی روشنی تو تواضع کے بلند مینار سے پھوٹتی ہے، اس لیے عرض ہے کہ ۔

چھوڑ کر اپنی تعلی، کر تواضع اختیار
رتبۂ مینارِ مسجد پست ہے محراب سے

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ۔ جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ اسے بلند کر دیتا ہے۔ پتہ چلا بلندی و سرفرازی عاجزی و انکساری میں ہے۔ حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں: "وہ ساعت جس میں انسان اپنے آپ کو ذلیل خیال کرے ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔" [احیاء العلوم]

قرآن و حدیث اور اقوالِ عرفاء کی انہی تعلیمات اور روشن ہدایات کے برکات و اثرات تھے کہ ہمارے اسلاف کرام کی زندگی اخلاصِ عمل کے نور سے شرابور رہا کرتی تھیں، وہ حضرات عبادات کا ذخیرہ جمع بھی کرتے اور اس کے بچانے کی فکر میں بھی رہتے تھے، راتیں بھیگتیں تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو جاتیں، وہ عبادت کر کر کے روتے تھے اور رو رو کر عبادت کرتے تھے، آج سرمایۂ عبادت سے دامن سونا ہے، مگر ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے اور اگر کشکولِ حیات میں کچھ خزف ریزوں کا احساس ہو گیا تو چرچا کیا جاتا ہے۔ پہلے دریافت احوال پر بھی اپنی خلوت کے حال کو چھپانے کی کوشش ہوتی تھی۔ آج اپنا علمی رعب بٹھانے، شخصی دبدبہ جتانے کے لیے بزبانِ خود اپنی ستائش کی جاتی ہے۔ پہلے اگر کسی کے بارے میں لوگوں کو یہ خوش گمانی ہوتی کہ فلاں رات رات بھر جاگ کر خدا کی عبادت کرتا ہے، مگر ان کے معاملات میں کچھ کمی ہوتی تو خیالِ احباب معلوم ہو جانے کے بعد وہی کرنے کی ٹھان لیتے جیسا لوگوں کا گمان ہوتا۔ اگر کوئی حافظ نہیں ہے مگر لوگ اپنی

نقد و نظر

خوش فہمی سے حافظ لکھ دیتے تو حافظ بن کر خوش فہمی کو حق فہمی کے قالب میں ڈھال دیا جاتا۔ مثلاً امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہر رات تین سو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار آپ کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک شخص نے دوسرے سے کہا، یہ وہ امام ہیں جو ہر رات پانچ سو رکعت نفل نماز پڑھتے ہیں۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے سنا تو اسی وقت یہ نیت کر لی کہ آج سے پانچ سو رکعت ہی نفل نماز پڑھا کروں گا تا کہ اس شخص کا گمان درست ہو جائے۔ ایک دن آپ کے شاگردوں نے آپ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ امام صاحب رات بھر عبادت کرتے رہتے ہیں۔ سیدنا امام اعظم نے فرمایا: ان شاء اللہ! آج سے ایسا ہی کروں گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ والا شان ہے۔ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا۔ چاہتے ہیں کہ بے کیے ان کی تعریف ہو، یعنی جو بندے اس چیز کی تعریف کو پسند کرتے ہیں جو اُن میں نہیں ہے، پس وہ ہرگز عذاب سے نہ چھوٹیں گے۔ لہٰذا آئندہ میں ساری رات عبادت میں گذاروں گا، تا کہ اس فرمان کی زد میں نہ آجاؤں۔ اس کے بعد آپ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔

اب آیئے امام اعظم کے مظہر اتم، مجددِ اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی کا حال دیکھیے۔۔۔ کسی صاحب نے آپ کے القاب کے ساتھ 'حافظ' بھی لکھ دیا، اس وقت تک آپ حافظ نہیں تھے۔ شیر بیشۂ اہلِ سنّت حضرت علامہ حشمت علی خاں علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ اس عریضہ کو سن کر اعلیٰ حضرت کی چشمانِ مبارک میں آنسو بھر آئے اور فرمانے لگے کہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میرا حشر ان لوگوں میں نہ ہو جن کے حق میں قرآنِ عظیم فرماتا ہے: یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا۔ یعنی جب ان لوگوں کی تعریف میں ایسی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں جو اُن کے اندر نہیں تو وہ لوگ ایسی تعریف کو پسند کرتے ہیں۔ خشیتِ ربانی کا جلوہ دیکھیے کہ یہ واقعہ ۲۹/ شعبان کا ہے اور آپ رمضان المبارک کی ۲۷/ رویں تک پورا قرآن حفظ کر کے حافظِ قرآن بن گئے ؏

جن کے رُتبے ہیں سوا ان کے سوا مشکل ہے

سیدنا امام اعظم اور حضور مجددِ اعظم رضی اللہ عنہما کا حال تو یہ ہے کہ اپنے حق میں گمان کیے القاب و اوصاف کے جب تک حامل نہیں بن گئے چین نہیں آیا۔ قرآنِ مجید کی محولہ بالا آیت خوفِ الٰہی کا طوفان جگاتی رہی اور جب خیالِ احباب کے بالکلیہ امین بن گئے تو وجودِ مسعود مسرت فراواں سے گلنار ہو گیا۔ یہ ہے صدق و صفا کے حاملین کا پاکیزہ کردار کہ قدم قدم سنبھال کر رکھ رہے ہیں۔ آخرت کی پرسش ہر وقت پیش نظر ہے اور یہ ہیں آج کے ان بے ریا حضرات کے بارِ یا سپوت جو اصلی متبع ہونے کا دَم بھرتے ہیں اور اپنے نام کے ساتھ بقلم خود اور بزبانِ خویش اپنے لیے القاب لکھ کر یا بول کر عاقبت نا اندیشی کا ثبوت دے رہے ہیں اور گمان کے سمندر میں القاب کا کنکر پھینک کر اُٹھنے والی لہروں سے بدگمانیوں کو جنم دے رہے ہیں۔

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے

مذکورہ آیت کی تفسیر میں حضور صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"اس آیت میں وعید ہے خود پسندی کرنے والوں کے لیے اور اس کے لیے جو لوگوں سے اپنی جھوٹی تعریف چاہے، جو لوگ بغیر علم اپنے آپ کو عالم کہلواتے ہیں، اسی طرح اور کوئی ناموزوں صفت اپنے لیے پسند کرتے ہیں، انھیں اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔" [خزائن العرفان، ص ۱۲]

دراصل شیطان نہیں چاہتا کہ کوئی بندۂ مومن خدا کی بارگاہ میں مقبول ہو، یا کسی کا عمل خدا کے دربار میں محبوب ہو۔ علم و عمل کی چنگاری دیکھتے ہی اس کی بے قراری شروع ہو جاتی ہے۔ اب وہ اپنے محبوب حربے شروع کر دیتا ہے۔ کرتا یہ ہے کہ اس کے دل میں احساس کی برتری و بڑائی ڈال دیتا ہے اور اس کے چھوٹے کام کو بڑا، جھوٹے کو سچا، بُرے کام کو بھلا بنا کر پیش کرتا رہتا ہے۔ یہ شیطان کا بہت بڑا ہتھیار ہے۔ اچھے اچھے اس میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ [الا ماشاء اللہ]

قرآن شریف میں ہے: وَاِذْ زَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ۔ اور جب کہ شیطان نے ان کی نگاہ میں ان کے کام بھلے کر دِکھائے۔ [انفال،۴۸]

بقلم خود یا بزبانِ خویش اپنے لیے القاب لکھنے یا بولنے والوں کو چاہیے کہ اس آیت کریمہ کی میزان پر اپنے افکار واعمال کو تولیں۔ ان کی یہ پسند کہیں شیطانی کمند تو نہیں ہے؟ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے: ''آدمی کو اپنا ہر کام جب اچھا لگنے لگے تو فوراً اپنی اصلاح کرنی چاہیے، اس لیے کہ شیطان اس حربے سے بھی انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔''

درحقیقت کارزارِ حیات کی یہ وہ پُرخار وادی ہے جہاں سے دامن بچا کر نکلنا ہر انسان کے لیے آسان نہیں ہے۔ ہاں! جس کے ہاتھ میں کسی مضبوط نسبت والے ولی کا دامن ہو، اور خود اس کی بھی نسبت اس ولی سے مضبوط ہو، وہی محفوظ رہ سکتا ہے۔ اگر کسی پیر سے کڑی بھی ملی تھی، مگر پھر بھی فریب کھا گیا تو اس کی دو ہی صورتیں ہیں — یا تو جسے مرشد بنایا تھا، اس کی اپنی نسبت مضبوط نہیں تھی، یا خود اس جناب کی اپنے مرشد سے نسبت مضبوط نہیں تھی۔ اب تو اپنے اپنے محاسبے کی چیز ہے کہ کمی کہاں پر ہے؟ پانی کہاں اس سے آ رہا ہے؟ خزف کو صدف کیوں کہہ رہا ہے؟ سراب کو حباب کیسے سمجھ رہا ہے؟

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کے ایک مرید پر یہ جنون سوار ہو گیا کہ میں اب بالکل کامل ہو گیا ہوں۔ چنانچہ وہ گوشہ نشین ہو گیا، اس کی یہ حالت ہو گئی کہ وہ ہر رات بزعم خود فرشتوں کو دیکھنے لگا۔ وہ فرشتے اس کے لیے اونٹ حاضر کر کے کہتے کہ چلو ہم تمہیں جنت میں لے چلتے ہیں۔ چنانچہ وہ اس اونٹ پر سوار ہو کر ایک سبز وشاداب مقام پر جاتا، جہاں وہ بہت سے حسین وجمیل آدمیوں کو دیکھتا، نہایت نفیس وعمدہ کھانے اور صاف شفاف نہریں پاتا۔ اس کی یہ حالت یہاں تک ہوئی کہ وہ لوگوں سے کہنے لگا کہ میں ایسا ہوں کہ ہر روز بہشت میں جاتا ہوں۔ اس کی یہ خبر جب اس کے پیر ومرشد حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کو پہنچی، تو آپ اس کی تعزیت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ نے اس کو دیکھا کہ نہایت ٹھاٹ باٹ سے بیٹھا ہوا ہے۔ آپ کے دریافت کرنے پر اس نے تمام حال ظاہر کیا۔ اس کے حالات سن کر آپ کو بے حد افسوس وصدمہ ہوا۔ فرمایا کہ آج رات جب تم وہاں جانا تو لاحول شریف ضرور پڑھنا۔ وہ حسب معمول رات کو خواب کی حالت میں شیطان کی جنت میں پہنچا تو مرشد گرامی کے حکم کے مطابق لاحول شریف پڑھنے لگا۔ لاحول شریف کا پڑھنا تھا کہ سب چیخ مار مار کر اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ اب وہ کیا دیکھتا ہے کہ گھوڑے پر سوار ہے اور مُردوں کی ہڈیاں اس کے سامنے رکھی ہوئی ہیں۔ اس کو دیکھ کر وہ بہت چونکا اور گھبرایا۔ اب اس کی آنکھ کھلی، فریب خوردگی کا احساس ہوا۔ علی الصبح حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نادانی پر شرمندہ ہوا، معافی مانگی اور توبہ کیا۔ [تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ]

آج کے فریب خوردہ ماحول کو پھر جنیدی نظر کی ضرورت ہے۔ حضرت نے ایک ہی نظر میں شیطان کی چال کو بھانپ لیا اور فریب کا جتنا بڑا جال شیطان نے ڈال دیا تھا، اس سے نکلنے کا اتنا ہی آسان نسخہ استعمال کیا۔ اپنے مرید کو ہلاک ہونے سے بچا لیا۔ آج جن لوگوں پر اپنی برتری، تعلّی اور کچھ ہو چکنے کا بھوت سوار ہو گیا ہے، انھیں پہلی فرصت میں اگر پیر زندہ ہوں تو ان سے رجوع کرنا چاہیے اور اگر وفات پا چکے ہوں تو تصورِ شیخ میں ڈوب کر التجا واستغاثہ پیش کرنا چاہیے اور فوری طور پر جنیدی نسخہ لاحول شریف کا وِرد کر دینا چاہیے۔ لاحول شریف کی برکت سے جب غفلت کا پردہ ہٹے گا تو انھیں اپنی حیثیت عرفی کا پتہ چلے گا۔ عاقبت نااندیشانہ فکر کا خمار جب اُترے گا تو اپنے کیے، سوچے اور کہے کا احساس ہوگا اور جب احساس بیدار ہوگا تو خود ہی خیر کا ذخیرہ برباد ہونے سے بچانے کی فکر کرے گا۔ یاد رکھیے یہ سوچ نہایت خطرناک ہے کہ میں ''کچھ ہو گیا ہوں''، ''کچھ'' پر تو اتنا بڑا وبال ہے کہ ''سب کچھ'' پر پانی پھرنے لگتا ہے، تو اگر کوئی شخص ''کچھ'' سے ''کچھ اوپر'' اُٹھ کر اپنے کو ماہر سمجھنے اور صرف ''ماہر'' نہیں بقلم خود ''ماہر رضویات''، ''امیر القلم'' لکھنے لگے، وہ کتنے بڑے دھوکے اور شیطانی فریب میں ہے ؏

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

ماہر ہر کوئی نہیں ہوسکتا ہے۔ ''ماہر'' وہ ہوتا ہے کہ جس علم میں اسے مہارت کا دعویٰ ہے، اس کے کم سے کم کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جانتا ہو۔ اور جو زیادہ سے زیادہ کے بارے میں کم سے کم جانتا ہو، اسے تو ماہر کا دعویٰ کرنے کا کوئی حق ہی نہیں پہنچتا۔ ''رضویات'' تو ایک سمندر ہے، اس کا معاملہ تو یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات و تالیفات، تشریحات و تعلیلات، مکتوبات وملفوظات، نثریات ومنظومات تمام کے مجموعہ کا نام ہے۔ (اور اگر رضا اور متعلقاتِ رضا پر لکھی گئیں کتابیں بھی شامل کرلی جائیں تو اس کا دائرہ اور وسیع ہوجائے گا) اب تک اس کی قطعی حد بندی نہیں ہو پا رہی ہے کہ اعلیٰ حضرت کتنے علوم وفنون پر مہارت رکھتے تھے۔ پہلے پہل کہا گیا کہ پچاس علوم وفنون پر مہارت رکھتے تھے۔ کام کی رفتار آگے بڑھی تو پچھتر علوم وفنون کی نشان دہی کی گئی۔ مزید تلاش وتحقیق ہوئی تو یہ تعداد ۱۱۴ رتک پہنچ گئی۔ جدید اسکالرز نے جدید انداز میں چھان بین کی تو ان کی تحقیق انیق سے یہ تعداد ۱۰۵ ۳رتک چلی گئی ہے۔ [معارفِ رضا، ص ۲۴]

زمانہ جوں جوں آگے بڑھ رہا ہے اور جیسے جیسے علوم کی روشنی سے آنکھیں چکا چوند ہورہی ہیں علوم رضا کا تازہ بہ تازہ، نو بہ نو آفتاب مطلع معلومات پر چمکتا جارہا ہے۔ اس طرح دن بہ دن علوم رضا کی تعداد میں خوشگوار اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ آئندہ دیکھیے یہ تعداد کہاں تک پہنچتی ہے۔ اب ایسے میں ماہر رضویات وہی ہوسکتا ہے جو رضویات کے خزانے میں مستور علوم وفنون کے تمام دُرِشہوار پر نظر ہی نہیں کامل گرفت رکھتا ہو۔ تعجب ہے کہ لوگ بقلم خود ماہر رضویات اور امیر القلم لکھ کر اپنی قلعی کھول رہے ہیں اور افسوس ہے کہ اپنے اخلاص کے افلاس کا بن مانگے سب کو ثبوت فراہم کررہے ہیں۔ خدا کرے جہانِ رضویات میں ہر دن ایک ماہر رضویات پیدا ہوتا کہ ان کی مہارت کی لالہ کاری اور انتھک جدوجہد کی کوہ کنی سے علمی دنیا ششدر رہ جائے اور یہ حقیقت خود سر چڑھ کر بولنے لگ جائے کہ امام احمد رضا کا علمی قد اتنا بلند ہے کہ دو تین صدیوں میں ایسی کوئی قد آور شخصیت نہیں۔ ان کا کوئی مماثل وہمسر نہیں اور سب مل کر یہ گنگنانے لگیں کہ ؎

ہر علم وفن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دِیے ہیں

مگر یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ القابات وخطابات خود سے نہیں متعین کیے جاتے اور بقلم خود نہیں لکھے جاتے۔ یہ ایثار و اخلاص کی برسات میں خدمات کی کثرت دیکھ کر اکابرین یا معاصرین کی طرف سے از خود ملتے ہیں۔ اس کے لیے تحریک نہیں چلانی پڑتی، احتجاج نہیں کرنا پڑتا، دھونس نہیں جمایا جاتا، جلوس نہیں نکالے جاتے، خاکے نہیں تقسیم کرنے پڑتے، مخلصانہ خدمات کی یہ پُراثر تاثیرات ہوتی ہیں کہ فکر وخیال کے آفاق پر بڑھ کر خود ڈیرہ ڈال لیتی ہیں۔ بزم دین و دانش میں بڑھ کر جام و مینا سنبھال لیتی اور صاحبِ کام کے نام کو از کراں تابہ کراں اُچھال دیتی ہیں۔ اس میں حیثیت منوانی نہیں پڑتی خود مان لی جاتی ہے۔ سید الشہداء، امام اعظم، محبوبِ سبحانی، غریب نواز، مخدوم بہار، محبوبِ الٰہی، دبیر الملک، شمس العلماء، شیخ الاسلام، اعلیٰ حضرت، حکیم الامت، ملک العلماء، صدر الشریعہ، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم، امین شریعت، تاج الشریعہ وغیرہ وغیرہ اس کی منہ بولتی مثالیں ہیں۔ کچھ حضرات کے القاب وآداب تو اتنے زبان زدِ خاص و عام ہوجاتے ہیں کہ بجائے خود علم بن جاتے ہیں، مگر وہ خود اپنے لیے اس لقب کا استعمال نہ بقلم خود کرتے ہیں اور نہ بزبانِ خویش، دور کیوں جائیے ماضی قریب کی وہ عبقری ونقرئی شخصیت جس پر اس کوٹھی کا دھان اس کوٹھی میں اور اُس کوٹھی کا دھان اِس کوٹھی میں کرکے لوگ پی ایچ ڈی کی اعلیٰ ڈگری حاصل کرکے ڈاکٹر کیا بن رہے ہیں کہ آپے سے باہر ہوجارہے ہیں، یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی، کوئی بتلائے انھوں نے بقلم خود کبھی اپنے کو اعلیٰ حضرت لکھا ہو۔ حضور مفتی اعظم جن کی فتویٰ کی قطعیت وجامعیت ربع مسکون میں مسلّم ہے، نے کبھی اپنے آپ کو مفتی اعظم لکھا ہو، یا حضور ملک

نقد و نظر

العلماء جن کی علمی وسعت وجلالت دیکھ کر اعلیٰ حضرت نے انھیں ملک العلماء کہا، پھر یہی لقب پورے دیار و امصار میں مشہور ہوگیا، نے کبھی اپنے نام کے ساتھ ملک العلماء لکھا ہو۔ باوجود یہ کہ حضرات علوم وافکار کے بحرِ ذخار تھے۔ ان کے فتاویٰ دیکھ کر لوگ فقہی پیاس بجھاتے اور ان کی کتابیں پڑھ کر صحیح معنیٰ میں لوگ عالم بنتے ہیں مگر یہ سب حضرات ہمیشہ اپنے نام کا سابقہ ''فقیر'' رکھتے۔ فقیر احمد رضا، فقیر مصطفیٰ رضا، فقیر ظفر الدین۔ یہ کہاں کی دانائی ہے کہ شہنشاہ حضرات تو اپنے کو فقیر لکھیں اور فقیر لوگ اپنے کو ''امیر'' لکھیں، خدا نہ کرے کہیں اپنے اسلاف سے کاندھا ملانے کی خواہش تو پرورش نہیں پارہی ہے ؏

بریں عقل دانش بباید گریست

آج تو بقلم خود مفتی، بزبانِ خویش قاضی، بقلم خود مناظر اہلِ سنت، بزبانِ خویش محسن ملت، بقلم خود ماہر رضویات، امیر القلم، بزبانِ خویش خطیب الہند، مفکرِ اسلام، بقلم خود نازشِ صحافت، بزبانِ خویش علامہ ومولانا کی ایسی ہوڑ مچی ہوئی ہے کہ القاب کی پیشانی عرقِ انفعال سے تربہ تر ہے۔ الفاظ اپنی گرتی ہوئی ساکھ پر ماتم کناں ہیں۔ جملے وضع الشئی علی غیر محلہ کا کریہہ منظر دیکھ کر مصروف فغاں ہیں۔ یاد رکھیے یہ کوئی جاہلوں کی ٹیم نہیں ہے، عرفِ عام میں پڑھے لکھے لوگوں کا جھرمٹ ہے۔ قرآنی تعلیمات اور حدیثی ارشادات کا کچھ نہ کچھ سبق جن کے پیش نظر ہے، جو اخلاصِ عمل پر دھواں دھار تقریریں کرتے اور ریا و دغا پر برق بار مضامین لکھتے ہیں، ان کے لیے اتنا اشارہ کافی ہے کہ ؏

مجھے رہزنوں سے غرض نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

مکتب سے لے کر مدرسہ تک، انجمن سے لے کر اِدارہ تک، تنظیم سے لے کر تحریک تک، مسجد سے لے کر خانقاہ تک، فاؤنڈیشن سے لے کر اکیڈمی تک غرض فرد سے لے کر جماعت تک ہر جگہ ''ہو''، ''ہا'' کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ عمل کا شور شرابہ اور کیے بے کیے کا ہنگامہ نظر آرہا ہے، ذرّہ کو صحرا اور صحرا کو پہاڑ بنا کر پیش کرنے کی پیشگی جھنکار سمع خراش بنی ہوئی ہے۔ المیہ یہ ہے کہ یہ سب بزرگانِ دین کی بزرگی کی آڑ میں ہو رہا ہے، بالخصوص اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کے نام پر ہو رہا ہے۔ جن حضرات نے اپنی قوتِ فکر و عمل سے رِیا کو بے رِیائی کی خلعتِ فاخرہ عطا فرمائی، اخلاص و ایثار کو نئی زندگی بخشی ان کے نام اور کام پر طوفان مسابقت برپا ہے۔ وہ دیکھیے تبسم سے کوئی کچھ کہہ رہا ہے ؎

ہیں صفائے ظاہری کے ساز و ساماں خوب خوب
جس کا باطن صاف ہو وہ باصفا ملتا نہیں

ہے رِیا کاروں کا شہرہ اور رِیا کاری کی دھوم
بوریائے فقر بھی اب بے رِیا ملتا نہیں

(حضور مفتی اعظم)

۲۴؍ گھنٹے میں سے ۲۲؍ گھنٹہ دینی خدمات میں گذارنے کے باوجود حضرت محدثِ بریلوی کی التجا ہے ؏

کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے

وجہ یہ ہے کہ پہلے علم انسان اور اس کی خودی کا محافظ ہوتا تھا، آج کا بے تربیت علم خود کسی محافظ کی بیساکھی کا محتاج نظر آرہا ہے، اس لیے آج ایسے نصابِ تعلیم کی ضرورت ناگزیر ہوگئی ہے جس میں تصوف کا لازمی گوشہ ہو، تاکہ زندگی کے ہر موڑ پر تزکیۂ نفس وتصفیہ قلب روشن مینار بن کر رہنمائی کرتا رہے، صاحبِ علم میں فروتنی وعاجزی کا جوہر درخشاں کرے، احساسِ برتری، خود بینی، خود رائی وخود پسندی کی نحوست سے محفوظ رکھے، ورنہ ماہر رضویات کے بعد ماہر نفسیات اور نامعلوم کن کن جزئیات و کلّیات کے ماہرین کا تانتا لگ جائے گا، یہ تصوف ہی ہے جو اِن باطل تصورات پر بند باندھ سکتا ہے، میرے کہنے کا خلاصہ یہ ہے کہ کام کیجیے، نام خود بخود ہو ہی جائے گا، نام کے لیے کام مت کیجیے، یہ دیکھیے اعلیٰ حضرت کتنی پیاری بات کہہ رہے ہیں ؎

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں
مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

اے رضا ہر کام کا اِک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

(اعلیٰ حضرت) ■■■

(از: ڈاکٹر معین احمد خاں قادری*)

برصغیر اور جدید مسلکی اختلافات! ایک جائزہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کی مجلس میں ارشاد فرمایا کہ وہ زمانہ آرہا ہے جب دنیا کی قومیں تم پر حملہ کرنے کے لئے ایک دوسرے کو اس طرح پکارینگیں جس طرح کھانے والے پیالے پر گرتے ہیں، صحابہ کرام میں سے ایک نے عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اس دنیا میں مسلمان کم ہوجائیں گے،، تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم ان دنوں بہت زیادہ تعداد میں ہوگے لیکن تمہاری حالت ایسی ہوجائے گی جیسے سیلاب کے پانی کی سطح پر جھاگ اور خس وخاشاک ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھالے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دے گا۔

[ابوداؤد، جلد ۴/ص نمبر ۱۱۱/حدیث نمبر ۴۲۹۷]

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مقدسہ کو مدّنظر رکھ کر اگر ہم اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ کے اوراق کو الٹ پلٹ کر دیکھیں تو فوراً ہی یہ حقیقت واضح ہوجائے گی کہ اللہ کے اس دین حق کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے ہر دہر میں ناپاک سازشیں کی جاتی رہی ہیں، اسلام کے تناور درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے صدیوں پرائے باہم دست وگریباں دشمن، ایک دوسرے کے دوست بن کر کندھے سے کندھا ملا کر اسلام کے خلاف صف آرا ہوگئے، لیکن ''جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا،، (حق آیا باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا) قرآن مقدس کے اس فرمان عالیشان کے مطابق اسلام پہلے سے بھی زیادہ طاقتور بن کر ابھرا یعنی کہ ہر کربلا اس کے لئے ایک نئی زندگی ثابت ہوئی، لیکن گزشتہ کئی صدیوں سے عالم اسلام جس بے سروسامانی و لمپرسی کی زندگی گزار رہا ہے، وہ سبھی اہل علم ہی نہیں بلکہ عوام الناس کی بھی نظروں کے سامنے ہے مشرق سے لے کر مغرب تک شمال سے لے کر جنوب تک آج مسلمانان عالم کو اپنے ناپاک نرغے میں لینے کی کوششیں کی جارہی ہیں، آخر سوال پیدا ہوتا ہے کہ تقریباً ایک ہزار برس تک دنیا کی امامت کے فرائض انجام دینے والی قوم یکا یک پچھلی صف کے بے ہنگم مقتدیوں میں کیوں تبدیل ہوکر رہ گئی؟

عروج وزوال قوموں کی زندگی کے لئے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر تاریخ عالم کے دامن کو ذرا پھیلا کر دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ کس طرح ایک قوم ترقی کے منازل کو طے کرتی ہوئی بام عروج کو پہنچتی ہے اور پھر ایک وہی قوم اپنے لمحوں کی خطاؤں کی صدیوں تک سزا پاتے ہوئے زوال کے تاریک گڈھے میں جا گرتی ہے، عروج زوال کا یہی اصول دیگر قوموں کی طرح قوم مسلم پر بھی نافذ ہوا ہے، گر گر کے یہ قوم سنبھلی ہے اور سنبھل سنبھل کر یہ قوم گری ہے، لیکن تشویشناک اور قابل غور پہلو یہ ہے کہ ماضی کی تباہیاں اس کے لئے اتنی دیر ثابت نہیں ہوئیں، مثلاً ۱۲۵۸ء کو اسلامی تاریخ میں اس اعتبار سے بڑا ہی المناک تصور کیا جاتا ہے کہ اس سال چنگیز خاں کا پوتا ہلاکو خاں عباسی خلافت پر ایک خوفناک طوفان بن کر نازل ہوا، اور بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی لیکن وہی سال اس نامور فرزند اسلام کا سن پیدائش بھی ہے جس کے نام کی نسبت سے ترک حکومت دولت عثمانیہ کہلائی اور پھر اسی بہادر سلطان نے اور اس کے وارثان نے نہ صرف اپنا کھویا ہوا وقار واپس لیا بلکہ ''ہلالی پرچم،، کو دجلہ وفرات کی وادیوں سے لے کر یوروپ کی ''ڈینیوب'' ندی کے پار اس کی وادیوں تک لہرادیا۔

مطلب یہ کہ ماضی میں ناکامیوں و بے سروسامانیوں نے کبھی اس قوم کے حوصلے پست نہیں کئے بلکہ ہزیمتوں نے

* مضمون نگار جامعۃ الرضا بریلی شریف کے شعبۂ عصریات سابق استاذ اور ایک مؤقر اہل قلم ہیں۔

فکر و نظر

کبھی اس قوم میں محمد بن قاسم جیسے مدبر فوجی جرنیل کو پیدا کیا، کبھی صلاح الدین ایوبی جیسے سلطان سے تاریخ کو روشناس کرایا اور کبھی عثمان خاں وارطغرل جیسے بہادر وجانباز سلطان پیدا کیے، اگرایک طرف ان کی عظمت ورفعت کا سورج غروب ہوتا دکھائی دیتا ہے تو دوسری جانب ان کی عظمت وسربلندی کا ایک نیا سورج طلوع ہوتا بھی دکھائی دیا، آخر قوم مسلم کی اس بربادی کی وجہ کیا ہے؟ آج کے اس جدید دورِ جمہوریت میں تعداد کا وزن سب سے اہم وزن تصور کیا جاتا ہے لیکن قوم مسلم کا تعداد کی بنیاد پر وزن کا خواب، خواب گم گشتہ سے زیادہ نہیں رہا اور دنیا کی یہ زندہ دل قوم کیوں گردِ راہ بن کر رہ گئی؟ اس کا جواب اگر قرآن وحدیث میں تلاش کیا جائے تو فوراً ہی مل جاتا ہے جس کا خلاصہ ایک شاعر نے اپنے ایک شعر میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ ؎

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

لیکن دنیاوی پس منظر میں اگر دیکھا جائے تو مملکت اسلامیہ کے باہمی اختلافات اور کسی بھی موقف پر متحد ہونے کا فقدان اس کی سب سے بڑی وجہ نظر آتے ہیں، اختلافات کی گہرائی میں جھانکا جائے تو بہت سی اور وجوہات کے ساتھ مسلکی اختلافات بھی اہم وجہ معلوم ہوتے ہیں، آیئے ہم مسلکی اختلافات خصوصاً برصغیر کے مسلکی اختلافات کے ایک پہلو کو دیکھتے ہیں۔

برصغیر کے مسلکی اختلافات کا جب ذکر آتا ہے تو بہت سے نام عوام الناس کے ذہنوں میں گردش کرنے لگتے ہیں، یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آج ملکی اختلافات سے مسلم معاشرے کا ایک بڑا طبقہ جس میں خاص طور سے جدید تعلیم سے آراستہ طبقہ زیادہ شامل ہے، اتنا متنفر ہو چکا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اختلافات سے الگ رکھ کر صرف مسلمان کہلانے کی کوشش میں مصروف ہے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اپنی راہیں قرآن وحدیث، صحابۂ کرام کی حیات طیبہ اور ائمہ کرام ومجتہدین عظام کے بتائے ہوئے زریں اصولوں سے طے کرتا لیکن خود طے کرنے کی کوشش میں گمراہی وضلالت کے گہرے غار میں گر کر صلح کلیت کے زندہ تابوت میں دفن ہو کر رہ گیا ہے، حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ یہ طبقہ اپنے آپ کو ہر گروہ سے دور رکھنا چاہتا ہے لیکن اسے اس کی لاعلمی کہا جائے یا مخالفین کی شعوری ومنظم سازش یا اس کی کھلی بد نصیبی کہ سب سے زیادہ دوری اگر بنائے رکھنا چاہتا ہے تو سر زمین بریلی کے اس عظیم مفکر ومصلح قوم وملت سے جسے وہ حامی بدعت سمجھ بیٹھا ہے۔

تو آیئے انتہائی سنجیدگی سے یہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اختلافات کی یہ صدائے بازگشت امام احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کے در سے سنائی دیتی ہے یا پھر اس کی تخم ریزی بہت پہلے ہی کی جا چکی تھی، اس سلسلے میں ابوالکلام آزاد کی ایک تحریر دیکھتے ہیں:

''شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب اسماعیل دہلوی نے ''تقویۃ الایمان'' وجلاء العین لکھی اور ان کے مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں ہلچل مچ گئی اور ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ سربراہی مولانا منورالدین نے دکھائی، متعدد کتابیں لکھیں اور ۱۲۴۸ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد میں کیا، تمام علمائے دیوبند سے فتویٰ مرتب کرایا پھر حرمین سے فتویٰ منگایا، مولانا منورالدین کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابتداً اسمٰعیل دہلوی اور ان کے رفیق شاہ صاحب کے داماد مولانا عبدالحئی کو بہت کچھ فہمائش کی اور ہر طرح سمجھایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث ورد میں سرگرم ہوئے اور جامع مسجد دہلی کا شہرۂ آفاق مناظرہ ترتیب دیا، جس میں ایک طرف اسمٰعیل دہلوی ومولانا عبدالحئی تھے تو دوسرے طرف مولانا منورالدین اور تمام علمائے دہلی۔''

[آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، بحوالہ مولوی عبدالرزاق صاحب ملیح آبادی، ص ۵۶]

واضح رہے کہ مولانا منورالدین علیہ الرحمہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے تلمیذ اور مولانا آزاد کے والد محترم مولانا خیرالدین علیہ الرحمہ کے نانا ہیں، اس سلسلے میں اپنے آپ کو کسی حد تک مسلکی اختلافات سے بے نیاز رکھنے والے مولانا کوثر نیازی صاحب کی رائے بھی ملاحظہ کرتے چلیں:

''کہا جاتا ہے کہ احمد رضا بہت متشدد تھے، انہوں نے اپنی کتابوں میں بڑے بڑے علما و اکابر کو کافر ٹھہرایا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ یہی بات تو انہیں دوسرے مکاتب، فکر کے مقابلے میں ممیز و متشخص کرتی ہے، بدقسمتی سے ہمارے یہاں اکثر لوگ انہیں ''بریلوی'' نام کے ایک فرقے کا بانی سمجھتے ہیں حالانکہ اپنے مسلک کے اعتبار سے وہ صرف حنفی اور سنی ہیں اور بس۔

اصل جھگڑا یہاں سے چلا کہ بعض اکابر کی خلاف احتیاط تحریروں کو امام رضا نے قابلِ اعتراض گردانا اور معاملہ چونکہ عظمت رسول کا تھا توہین رسول ﷺ کی بنیاد پر انہیں فتووں کا نشانا بنایا، دیکھا جائے تو یہی فتوے امام احمد رضا اور ان کے مکتبہ فکر کے جداگانا تشخص کا مدار ہیں جس تشدد کی دوہائی دی جاتی ہے وہی ان کی ذات کی پہچان اور حیات کا عرفان ہے وہ فنا فی الرسول تھے اس لیے ان کی غیرت عشق رسول احتمال کے درجے میں بھی توہین رسول ﷺ کا کوئی حقی سے حقی پہلو بھی برداشت کرنے کو تیار نہ تھی، دم آخر اپنے عقیدت مندوں اور وارثوں کو جو وصیت کی، وہ بھی یہی کہ جس سے اللہ اور اس کے رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہ رسالت میں ذرہ بھی گستاخ دیکھو پھر وہ کیسا ہی بزرگ و معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اسے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکو۔'' [وصایا شریف]

میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا ادریس کاندھلوی سے لیا ہے کبھی کبھی اعلیٰ حضرت کا ذکر آجاتا تو مولانا کاندھلوی فرمایا کرتے مولوی صاحب (اور صاحب ان کا تکیہ کلام تھا) مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی بخشش تو انہیں کے فتوؤں کے سبب ہو جائے گی اللہ تعالیٰ فرمائے گا احمد رضا خاں تمہیں ہمارے رسول سے اتنی محبت تھی کہ بڑے بڑے عالموں کو تم نے معاف نہیں کیا تم نے سمجھا کہ انہوں نے توہین رسول کی ہے تو ان پر کفر کا فتویٰ لگا دیا، جاؤ اس عمل پر ہم نے تمہاری بخشش کر دی۔''

حقیقت میں جسے لوگ امام احمد رضا کا تشدد قرار دیتے ہیں وہ بارگاہ رسالت میں ان کے ادب و احتیاط کی روش کا نتیجہ ہے۔''

شاعر نے شاعری نہیں کی بلکہ حقیقت کی ترجمانی کی ہے جب یہ کہا کہ۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اور میرا اپنا ایک شعر ہے۔

لے سانس بھی آہستہ کہ دربار نبی ہے
خطرہ ہے یہاں بہت سخت بے ادبی کا

ادب و احتیاط کی یہی روش امام رضا کی تحریر و تقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے یہی ان کا سوز نہاں ہے ''ووجدك ضالا فهدى'' کے ترجمے کو ہی دیکھ لیجئے، قرآن پاک شہادت دیتا ہے ''ما ضل صاحبكم وما غوى'' (رسول گرامی نہ گمراہ ہوئے نہ بہکے) 'ضل' ماضی کا صیغہ ہے، مطلب یہ کہ ماضی میں آپ کبھی گم گشتہ راہ نہیں ہوئے، عربی زبان ایک سمندر ہے، اس کا ایک ایک لفظ کئی مفہوم رکھتا ہے، ترجمہ کرنے والے اپنے عقائد و افکار کے رنگ میں اس کا کون سا مطلب اخذ کر لیتے ہیں۔ (ووجدك ضالا) کا ترجمہ (ما ضل) کی شہادت قرآن کو سامنے رکھ کر عظمت رسول کے عین مطابق کرنے کی ضرورت تھی مگر ترجمہ نگاروں سے پوچھئے کہ انہوں نے آیت قرآنی سے کیا انصاف کیا ہے؟ دیوبندیوں کے شیخ الہند مولانا محمود الحسن ترجمہ کرتے ہیں ''اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی'' کہا جا سکتا ہے کہ محمود الحسن ادیب نہ تھے، ان سے چوک ہو گئی، آئیے دیوبندیوں کے ادیب و شاعر مصنف و صحافی عبد الماجد دریا آبادی کی طرف رجوع کرتے ہیں، ان کا ترجمہ ہے ''اور پایا بے خبر سو رستہ بتا دیا'' مولانا دریابادی پرانی وضع کے اہل زبان تھے، اس دور میں اردوئے معلیٰ لکھنے والے ابو الاعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک دیجئے ان کا ترجمہ یوں ہے ''اور تمہیں ناواقف راہ پایا تو اپنی طرف راہ دی'' پیغمبر کی گمرہی اور پھر ہدایت یابی میں جو وسوسے اور خدشے چھپے ہوئے ہیں، انہیں نظر میں رکھئے اور پھر کنز الایمان میں امام

احمد رضا کے ترجمہ کو دیکھئے، امام احمد رضا نے کیا عشق افروز اور ادب آمیز ترجمہ کیا ہے، فرماتے ہیں ’’اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتا پایا تو اپنی طرف راہ دی‘‘ کیا ستم ظریفی ہے کہ فرقہ پرور لوگ رشدی کی ہفوات پر زبان کھولنے میں اس لئے تامل کریں کہ کہی آقایان ولی نعمت ناراض نہ ہو جائیں مگر احمد رضا کے اس ایمان پرور ترجمہ پر پابندی لگا دیں جو عشق رسول ﷺ کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔

کیا ستم ظریفی ہے کہ جو رد بدعات میں شمشیر برہنہ تھا، اسے خود حامی بدعات قرار دیا گیا، ان کی تحریرات وفتاویٰ کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ جتنی سخت مخالفت خلاف شرع امور کی انہوں نے کی شاید ہی کسی اور نے کی ہو، ان کے معاصر حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی نے مرشد کو سجدۂ تعظیمی کے نام سے ایک کتابچہ لکھا تو امام احمد رضا نے حرمت سجدۂ تعظیمی کے نام سے اس کا جواب لکھا، سو سے زائد آیات واحادیث سے اسے حرام قرار دیا، عام طور پر لوگ پیری مریدی کو اسلام کا لازمہ قرار دیتے ہیں مگر آپ نے اپنی کتاب **الزبدة الزکية لتحريم سجود التحية** میں لکھا ہے کہ انجام کار دستگاری کے لئے صرف نبی کو مرشد جاننا بس ہے۔

اسی طرح ہمارے یہاں قبروں پر چراغاں کیا جاتا ہے مگر امام احمد رضا قبروں پر چراغ جلانے کو بدعت قرار دیتے ہیں، صرف اس صورت میں اس کے جواز کے قائل ہیں کہ جب قبر راستے میں واقع ہو یا مسجد میں ہو اور اس کی روشنی سے مسافروں اور نمازیوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہو، مزار پر صرف ایک چادر چڑھانے کے جواز کے قائل ہیں، اس کے متعلق لکھتے ہیں:

> ’’جو دام اس میں صرف کریں، وہ ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لئے محتاج کو دیں، قوالی کے متعلق آپ نے اپنے رسالہ مسائل سماع میں ان قوالیوں کو ناجائز قرار دیا ہے جن کو مزامیر کے ساتھ سنا جاتا ہے۔

[بحوالہ روزنامہ جنگ لاہور پاکستان ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۰ء]

مولانا نیازی کی رائے جذباتی تلاطم میں وقتی طور پر بہ جانے والے شخص کی رائے نہیں بلکہ ایک ایسے اسکالر کی ہے جو کسی بھی موقف پر اظہار خیال تبھی کرتا ہے جب اس کے متعلق تفصیلی معلومات رکھتا ہو، یقیناً ہم ان کی صاف گوئی اور اعتراف حقیقت کے جذبے کی قدر کرتے ہیں لیکن ان کی رائے کو من وعن اتارنے کے بعد صرف ایک پہلو پر ضرور بحث کرنا چاہیں گے، وہ یہ کہ جس مسئلے کو انہوں نے عظمت ورسالت کا مانا ہے جب کہ توہین رسالت کا ماننے سے انکار کر دیا ہے تو آیئے دیکھتے ہیں معاملہ کیا ہے؟

حدیث پاک ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، اے ابوبکر میری حقیقت میرے رب کے علاوہ کسی نے نہ جانی۔(اس حدیث پاک کو حضرت احمد بن محمد خیر الفاری عباسی مدنی نے، الدولۃ المکیۃ کی تقریظ میں ص ۱۵۱ر پر نقل کیا ہے، اور آگے لکھتے ہیں کہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی لئے کہا صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے کہ تم لوگوں نے حضور اکرم کا صرف ظل وسایہ دیکھا، ابو الحسن شاذلی نے فرمایا اویس نے سچ کہا بے شک علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام تھا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نفس مطہر کو پایا اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کے قلب منور کو اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کے عقل کو اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم کی روح مقدس کو پایا اور حضور کی پوری حقیقت ایک پوشیدہ راز اور ایک پوشیدہ خزانہ ہے جس کو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔)

غالباً اسی حدیث پاک کو مدنظر رکھتے ہوئے ساتویں صدی ہجری کی مایہ ناز شخصیت شیخ مصلح الدین محمد سعدی شیرازی علیہ الرحمہ بارگاہ رسالت میں یوں خراج عقیدت پیش کیا جائے۔ ؎

بلـغ العـلی بکمـالـه	**کشف الدجی بجماله**
حسنت جمیع اخصاله	**صـلو علیـه وآلــه**

نویں صدی ہجری جس کو مشہور شاعر ادیب ودانشور عارف اللہ ابو عبد الرحمٰن مولانا نور الدین محمد جامی علیہ الرحمہ کی صدی کہا جاتا ہے، فرماتے ہیں:

یا صاحب الجمال ویا سیدالبشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لایمکن الثناء کما کان حقہ
بعداز خدابزرگ توئی قصہ مختصر

دور جدید کے عظیم مفکر شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال بارگاہ رسالت میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وہ دانائے سبل، ختم رسل، مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا عروج وادیٔ سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسٓ وہی طٰہٰ

امام احمد رضا بریلوی نے اس حدیث پاک کی تشریح کچھ یوں کی ہے:

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ
انساں نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

دوسری جانب وہ تحریریں جو نیازی صاحب کے نزدیک صرف خلاف احتیاط تحریریں ہیں، ملاحظہ کیجئے اور خود فیصلہ کیجئے:

(۱) ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ صاحب کی شان کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔ [تقویۃ الایمان، اسماعیل دہلوی]

(۲) ابلیس کا علم تو نص سے ثابت ہے سرکار دو عالم کا علم کونسی نص سے ثابت ہے اور کہاں نص قطعی ہے۔ [براہین قاطعہ، رشید احمد گنگوہی]

(۳) اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں آنحضرت ہی کی کیا تخصیص ایسا علم تو عمر زید مجنون صبی وجمیع بہائم کو بھی حاصل ہے۔ [حفظ الایمان، اشرفعلی تھانوی]

کسی بھی مفکر کو اچھی طرح پڑھے بغیر اس کے متعلق کوئی رائے دے دینا ایسی تاریخی غلطی تصور کی جاتی ہے جو اس کو بے اعتبار قرار دیتی ہے، امام احمد رضا بریلوی ایک ایسے مظلوم مفکر ہیں جو اس طرح کی سازشوں کا بہت زیادہ شکار ہوئے ہیں، امام احمد رضا کی تصنیفات کا جائزہ لینے کے بعد یہ انکشاف ہوتا ہے کہ وہ بہت بڑے حامی سنت اور ماحی بدعت تھے، بعض مغربی مورخین نے بھی ان کی تصانیف کا مطالعہ کئے بغیر ہی ان سے منسوب مکتبہ فکر پر ناقدانہ تبصرے کر دیئے ہیں، ڈبلو. سی. اسمتھ نے لکھ دیا کہ بریلوی مکتبہ فکر ایک زوال پذیر جماعت کی معاشرتی اور مذہبی رسوم کی نمائندگی کرتا ہے۔ [ماڈرن اسلام اِن انڈیا۔ D.C. Smith لاہور ۱۹۶۹ء ص ۳۶۲ ماخوذ از اہل سنت کی آواز مجلہ اکتوبر ۱۹۹۸ء ص ۲۵۷]

باربرا میٹکاف کی نگاہ ناقدانہ میں "بریلوی علمائے اہل سنت والجماعت رسوم ورواج سے بوجھل مذہبی روایت اور قرون وسطیٰ کے پیروں اور ان کے مزارات سے وابستہ توسلی مذہبی قیادت کے پیرو ہیں۔" [اسلامک روائیول ان برٹش انڈیا ۱۹۸۳ء نیوجرسی از: باربرا میٹکاف ماخوذ ایضاً ص ۲۵۷]

ان کا خیال ہے کہ بریلی علما نے اپنے رتبے اور علم شریعت کو خانقاہوں کے پیرؤوں کے توسل سے گہری وابستگی رکھنے والے توسل اور رسوم ورواج سے بوجھل اسلام کی توجیہ میں صرف کیا۔ [ایضاً ص ۲۵۷]

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خانقاہی نظام کو امام احمد رضا کی نئی تحریک سے کافی تقویت ملی جس کا اعتراف ایک صوفی خانوادہ سے تعلق رکھنے والے فرد خواجہ حسن نظامی نے ان الفاظ میں کیا ہے: "ان کے مخالفین اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا کی تحریروں میں سختی ہے اور بہت جلد دوسروں پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں، مگر شاید ان لوگوں نے اسماعیل اور ان کے حواریوں کی دل آزار کتابیں نہیں پڑھیں جن کو سالہا سال صوفیائے کرام برداشت کرتے رہے، ان کتابوں میں جیسی سخت کلامی برتی گئی اس کے مقابلے میں جہاں تک میرا خیال ہے، مولانا نے اب تک بہت کم لکھا ہے، جماعت صوفیہ علمی حیثیت سے موصوف کو اپنا بہادر صف شکن سیف اللہ سمجھی ہے اور انصاف یہ ہے کہ بالکل جائز سمجھتی ہے۔ [ہجوم شمارہ (خصوصی) امام احمد رضا نمبر دسمبر ۱۹۸۸ء بحوالہ ہفت روزہ خطیب دہلی مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۱۵ء، ماخوذ ایضاً ص ۲۵۸]

امام احمد رضا بریلوی کی دینی تحریک کی نوعیت اصلاحی تھی، ان کے معترضین نے اس رخ سے ان کی تصنیفات کا جائزہ نہیں لیا بلکہ تعزیہ داری، مزارات پر عورتوں کی حاضری، مزامیر

کے ساتھ قوالی کی بے اعتدالی، کردار و اطوار میں حکم شرع کی خلاف ورزی کی مخالفت کی، کوئی ایسی بدعت قبیحہ ہے یا منکر ممنوعہ نہیں جس کی انہوں نے ادنیٰ حمایت کی ہو لیکن ان تمام خرافات و بدعات کو اس طرح پیش کیا گیا جیسے کہ وہ اس کے حامی ہوں، جبکہ جاہل عوام الناس کی شرعی احکامات کی خلاف ورزیوں کو امام احمد رضا کے مسلک کی پہچان بنا کر ان کے مخالفین نے پیش کیا۔

اخیر میں اپنی بات ختم کرتے ہوئے ایک دردمندانہ اور مؤدبانہ اپیل کرنا چاہوں گا ان تمامی حضرات سے جو عظمت اولیا کے عقیدے کے قائل ہیں کہ خدارا ہوش سے کام لیجئے، زمانے کے بدلے ہوئے مزاج کو سمجھئے، آج ہماری ہر شرعی غلطی ہمارے مسلک کی غلطی تصور کی جارہی ہے، ہمارے گناہوں کا الزام شعوری اور لاشعوری طور پر تعلیمات رضا کے سر منڈھا جارہا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ امام احمد رضا ہمیں اپنے حاسدین میں شمار کرلیں اور بروز حشر اپنے آقا سے اپنی مظلومی کی شکایت کریں جن کو اپنی زندگی میں انہوں نے اپنا حفیظ و مغیث کہہ کر بات ختم کردی تھی۔ ؎

اک طرف اعدائے دیں اک حاسدیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود
تم ہو حفیظ و مغیث کیا ہیں وہ دشمن خبیث
تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

امام النحو حضرت مفتی بلال احمد رضوی کا وصال پر ملال

(پریس ریلیز) معروف و مشہور عالم دین، خلیفۂ سرکار مفتی اعظم ہند، تلمیذ حضور ملک العلماء، عظیم مفتی و محدث، استاذ العلماء، حضرت مفتی بلال احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر مورخہ ۱۱ر فروری ۲۰۱۸ء بروز اتوار صبح ساڑھے دس بجے، جامعہ اسلامیہ یتیم خانہ نیانگر میرا روڈ ممبئی میں، حضرت علامہ ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی صاحب کی صدارت و قیادت میں ایک تعزیتی نشست منعقد کی گئی، سب سے پہلے جامعہ کے طلبہ و اساتذہ نے قرآن خوانی کی، قاری نواب علی نوری صاحب کی تلاوت سے مجلس کا آغاز ہوا، طلبہ نے نعت و منقبت کے نذرانے پیش کئے، بانی ادارہ واجد ملت حضرت علامہ و مولانا محمد اختر علی واجد القادری صاحب نے اپنے ابتدائی بیان میں بتایا کہ حضرت مفتی بلال احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲۸ء میں بنگواں بستی، ضلع پورنیہ، بہار میں پیدا ہوئے ملک العلما حضرت علامہ سید ظفر الدین بہاری، بحر العلوم حضرت سید افضل حسین مونگیری، حضرت علامہ سلیمان اشرفی بھاگلپوری، حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اجلہ علما و فقہا سے مختلف علوم و فنون حاصل کئے۔

۱۹۵۳ء میں دار العلوم مظہر اسلام سے فراغت حاصل کی اور ملک کے کئی بڑے اداروں میں ہزاروں تشنگان علوم دینیہ کو سیراب فرمایا، آج ہم غمگین ہیں کہ اب وہ ہم میں نہیں رہے، حضرت علامہ و مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی صاحب قبلہ نے فرمایا کہ حضرت کا شمار عصر حاضر کے علمائے ربانین اور خاشعین میں ہوتا ہے، وہ بدن سے دبلے مگر علم میں بہت ہی بھاری بھرکم تھے، ان کے بحر علم سے موجودہ دور کے اکابر علما سیراب ہوئے ہیں، المختصر یہ کہ وہ دور حاضر کے جہاں علم کے چمکتے آفتاب تھے، حضرت سے میرا رابطہ بہت قریب کا رہا ہے، وہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے منتخب تھے اور انہی کے اشارے پر فارغ ہونے کے بعد بریلی شریف ہی میں سب سے پہلے درس کا آغاز کیا، سرکار مفتی اعظم ہند سے وہ بہت محبت کرتے تھے، ان کے مرید و خلیفہ بھی تھے، وہ عالم باعمل تھے، وہ ہمارے بزرگ اور پیشوا تھے، ان کے وصال کی خبر سن کر مجھے بہت غم ہوا، مگر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر اللہ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ مولیٰ کریم ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کا فیضان جاری رکھے۔

اخیر میں جامعہ کے ناظم اعلیٰ حضرت علامہ و مولانا حکیم محمد نذیر احمد رضوی نے گلہائے صلاۃ و سلام پیش کئے، بعدہ قائد اجلاس حضرت علامہ و مولانا محمد مثنی اشرفی صاحب قبلہ کی دعا پر مجلس کا اختتام ہوا، اس تعزیتی نشست میں حضرت علامہ و مولانا محمد افتخار عالم قمر بھاگلپوری، حضرت مولانا عطاء الرحمٰن رضوی خطیب و امام فیضان غریب نواز مسجد، اسمیتا انیتا، حضرت حافظ بقیہ ص ۱۵ ر پر

از: مولانا محمد شاہد القادری*

خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ محمد لعل خان مدراسی کلکتوی

حامی سنت، ماحی بدعت حضرت علامہ مولانا الحاج محمد لعل خان قادری برکاتی رضوی مدراسی کلکتوی علیہ الرحمہ مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے نامور اور چہیتے خلیفہ اور آپ کے دست راست تھے۔

ولادت و تعلیم و تربیت

حضرت علامہ مولانا الحاج محمد لعل خاں قادری برکاتی رضوی علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ایک علمی اور متدین گھرانے میں ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں ہوئی، آپ کے والد گرامی جناب محمد قاسم خان صاحب کا شمار شہر مدراس میں ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص میں ہوتا تھا، آپ نے اپنے لخت جگر نور نظر کو بھی عصری علوم سے لیس کیا، ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی، علاقائی اسکول میں میٹرک کر کے مدراس یونیورسٹی سے گریجویشن کیا اور اعلیٰ نمبروں سے ممتاز قرار دیئے گئے، چونکہ گھرانہ مذہبی تھا اور اہل خانہ بزرگان دین سے لگاؤ رکھنے والے تھے اور والدہ ماجدہ سے بار ہا سرکار رسالت مآب ﷺ کا ذکر جمیل، خلفا راشدین اور صحابہ کرام کا تذکرۂ مبارکہ، سیدنا غوث اور سیدنا خواجہ پاک کی حیات طیبہ کے گوشے سنا کرتے تھے، اسی لیے بچپن سے دینی ذہن بنا ہوا تھا، جب آپ نے عملی دنیا میں قدم رکھا تو مزید دینی شعور میں بالیدگی پیدا ہوگئی، آپ فرماتے تھے کہ ''ہمارے گھر پر ایام مقدسہ میں نورانی محفل سجا کرتی تھی، گھر پر قسم قسم کے پکوان تیار ہوتے تھے، پڑوسی اور احباب تشریف لاتے، ختم غوثیہ اور ختم خواجگان کے مبارک مواقع پر پرتکلف انواع و اقسام کے کھانے کا اہتمام والدین کرتے تھے، بالخصوص عید میلاد النبی ﷺ کے پر بہار موقع پر نئے نئے کپڑوں میں ملبوس ہوتے، گویا کہ پورا ماحول عید جیسا لگتا تھا، ہم عمر بچے قسم قسم کی مٹھائیاں کھا کر جھوما کرتے تھے۔''

ترک ملازمت

اردو انگریزی تعلیم پانے کے بعد ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء میں اٹھارہ برس کی عمر میں فوج میں محرری کے عہدہ پر تعین ہو کر برما کی جنگ میں شریک ہوئے، دوران جنگ آپ کے دل میں اسلامیات اور کتب سیرت کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا، تو اس سلسلہ میں شمس العلما حضرت علامہ غلام رسول مدراسی رحمۃ اللہ علیہ سے چند کتب منگوائی، علامہ موصوف نے آپ کی تسکین ذوق کے لئے ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۷ء میں ''اکسیر ہدایت، حکایات الصالحین اور کنز الدقائق'' وغیرہ کتب روانہ کئے۔

''اکسیر ہدایت'' کے مطالعہ کے دوران رزق حلال کا بیان پڑھ کر دل ملازمت سے اچاٹ ہو گیا اور اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جونہی پلٹن واپس ہندوستان پہنچے گی تو ملازمت کو خیر باد کہہ دوں گا، مگر والدہ صاحبہ کے ساتھ دیگر اہل خانہ رضامند نہ ہوئے، جب ۱۳۰۶ھ/۱۸۹۰ء میں پلٹن واپس مدراس سے سکندرآباد گئی، تو آپ اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا محی الدین ویلوری قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ''یہ روزگار جو میں کرتا ہوں کیسا ہے؟'' انہوں نے ارشاد فرمایا ''حرام ہے'' عرض کیا ''میں اسے چھوڑ دوں'' فرمایا ''ہاں'' آپ اس وقت کچھ مقروض تھے، اور صرف پچیس (۲۵/روپئے) روپیہ تنخواہ تھی، آپ نے کوشش کر کے چھ ماہ میں قرض ادا کر دیا اور ملازمت سے سبکدوش ہوگئے۔ [تذکرۂ خلفائے اعلیٰ حضرت، ص ۳۱۷]

شہر کلکتہ آمد

ترک ملازمت کر کے ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء میں سفر حج بیت اللہ اور زیارت روضہ انور ﷺ کے بعد ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں

*مضمون نگار مجلس علمائے اسلام مغربی بنگال کے جنرل سکریٹری:

واپس تشریف لا کر کلکتہ میں مقیم ہو گئے اور آپ نے تجارت شروع کی، زکریا اسٹریٹ کلکتہ میں تجارت کا وسیع کاروبار تھا، آپ ایک عرب تاجر محمد یوسف صاحب کے شریک کار تھے، کلکتہ سے عرب ممالک میں چاول وغیرہ برآمد کرتے۔

[تذکرہ خلفا اعلیٰ حضرت، ص ۳۱۷]

آپ کے نواسے جناب غلام سمنانی خاں (مقیم علی گڑھ) کی روایت ہے کہ ”میرے نانا جان کی زبان پر ہر وقت یا صاحب الزمان ادرکنی کا ورد رہتا تھا، اسی وجہ سے ان کے تجارتی جہاز جاتے ہوئے بموں کے دھماکوں سے محفوظ رہتے تھے، جب کہ دوسرے تاجروں کے جہاز بموں کی وجہ سے چکنا چور ہو جاتے تھے، یہ واقعہ عالمی جنگ کے زمانے کا ہے۔“

[ایضاً ص ۳۲۰]

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی لکھتے ہیں ”اچانک کلکتہ سے تار آیا، جس میں ملک العلما کی طلبی تھی، تار بھیجنے والے الحاج محمد لعل خاں مدراسی تھے، الحاج مدراسی مولد اُویلور (مدراس) کے تھے، موطناً کلکتوی تھے، نہایت دیندار تجارت پیشہ تھے، ملکی و غیر ملکی سامان تجارت کی آمدات و برآمدات میں ان کے چار جہاز دریاؤں کی لہر پر رواں دواں رہا کرتے تھے، وہ امام احمد رضا کے محب تھے، مداح بھی، ممدوح بھی، خلیفہ بھی، سپہ سالار بھی، وہ باقاعدہ سند یافتہ عالم دین نہیں تھے، دست قدرت کے تربیت یافتہ تھے، امام احمد رضا کے صحبت یافتہ تھے۔“ [جہان ملک العلما، ص ۲۶۸]

حج وزیارت

۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۱ء میں سفر حج بیت اللہ اور زیارت روضہ انور ﷺ سے مشرف ہوئے، دوران حج آپ بہت سے بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفید و مستفیض ہوتے رہے، خصوصاً حضرت علامہ سید شاہ معصوم بجنوری دہلوی عرف جوتے شاہ اور حضرت گوہر علی شاہ ٹونکی علیہما الرحمہ سے فیض حاصل کیا۔

[تذکرہ خلفا اعلیٰ حضرت، ص ۳۱۷]

تعلیمی خدمات

آپ نے علوم نبویہ کی اشاعت اور فکر رضا کی تشہیر کے لیے ایک علمی قلعہ بنام ”مدرسہ عثمانیہ“ بیادگار مرشد سرکار غریب نواز حضرت سیدنا شاہ عثمان ہارونی علیہ الرحمہ ۱۳۳۴ میں مرشد برحق سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں کلکتہ کے زکریا اسٹریٹ میں قائم فرمایا، مغربی بنگال میں جماعت اہلسنت کا یہ پہلا مدرسہ تھا، یہ مدرسہ معیار تعلیم کی بنیاد پر عروج پر تھا، جس میں مقامی اور بیرونی طلبا قیام پذیر تھے، خور دونوش کا معقول انتظام تھا، علامہ کلکتوی نے تعلیمی معیار کو مزید مستحکم کرنے کے لیے سیدنا اعلیٰ حضرت کے توسل سے خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ سید غیاث الدین رضوی سہسرامی علیہ الرحمہ کو بحیثیت صدر المدرسین مقرر کیا، اس مدرسہ میں مروجہ کتب کے علاوہ تصوف کی بھی کتابیں داخل نصاب تھیں، جن میں مکتوبات صدی کو اوّل درجہ حاصل تھا، حضرت علامہ کلکتوی کے بھتیجے مولانا عبد العزیز کلکتوی علیہ الرحمہ جو اس وقت مدرسہ عثمانیہ میں زیر تعلیم تھے، آپ نے فرمایا کہ ”اس وقت مدرسہ میں دور دراز کے طلبا زیر تعلیم تھے، حضرت علامہ غیاث الدین سہسرامی کی آمد سے مدرسہ کا تعلیمی غلغلہ بنگال کی سرحدوں کو پار کر گیا، مالدہ، مرشد آباد، دارجلنگ، دیناجپور، بردوان، سلہٹ، کھولنا، جہانگیر پور، اڑیسہ، بہار اور آسام کے طلبا علمی سیرابی کے لیے تشریف لاتے تھے، گویا کہ یہ مدرسہ اپنے زمانے کا بنگال میں اہلسنت کا علمی مرکز بن گیا تھا، حضرت حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا علیہ الرحمہ نے اپنے قدم ناز سے اس مدرسہ کو سرفراز فرمایا اور مجھ کمترکو شرف بیعت کی دولت سے مالا مال فرمایا۔“

تنظیمی خدمات

مسلک اہلسنت اور پیغام رضا کی تبلیغ کے لیے حضرت علامہ محمد لعل خاں کلکتوی علیہ الرحمہ نے ۱۳۳۴ھ میں سرزمین کلکتہ پر ”انجمن اصلاح عقائد“ کے نام سے ایک فعال تنظیم قائم کی، اس انجمن کے بینر تلے حضرت علامہ کلکتوی نے تبلیغی اور ملی کارنامے انجام دے کر اہلسنت و جماعت کو سربلندی عطا کی، ۱۳۳۴ھ کا واقعہ ہے کہ ایک دیوبندی مولوی ولی اللہ (ماڑواری کل، ضلع شمالی ۲۴ پرگنہ، بنگال) نام کا اہلسنت کو مناظرہ کا

چیلنج دیا، جماعت اہلسنت کا ایک وفد حضرت علامہ کلکتوی کے پاس پہنچا، آپ نے اس وفد کو ہمت دلاتے مناظرہ کے چیلنج کو قبول کا حکم صادر فرمایا، آپ نے رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ میں مرشد برحق سیدنا امام احمد رضا کو ایک خط روانہ کیا اور پوری تفصیلات سے آگاہ فرمایا، سیدنا اعلیٰ حضرت نے حضرت ملک العلماء بہاری علیہ الرحمہ کو ۲۰/روپے کرایہ عنایت فرما کر شوال ۱۳۳۴ھ میں کلکتہ روانہ فرمایا، ادھر علامہ محمد لعل خان مدراسی کلکتوی نے تیاریاں شروع کر دیں، علما اہلسنت کی ایک میٹنگ ''انجمن اصلاح عقائد'' کے بینر تلے زکریا اسٹریٹ کلکتہ میں طلب کی، مختلف ذمہ داریوں سے علما کرام کو آگاہ فرمایا اور جلی حرفوں کے ساتھ قد آدم مناظرے کا پوسٹر پورے شہر میں شائع کر کے دیوبندیوں کے کچھار میں ہلچل پیدا کر دیئے، وقت مقررہ سے دو دن قبل حضرت ملک العلما کلکتہ تشریف لائے، آپ نے اپنے رفیق محترم علامہ کلکتوی سے حالات کی آگاہی چاہی اور پوری تفصیلات سے واقف ہوئے، دیوبندی مولوی ولی اللہ کو جب حضرت ملک العلما بہاری قدس سرہ کی آمد کی خبر ملی تو وہ راتوں رات کلکتہ سے فرار ہو گیا، حضرت ملک العلما خود فرماتے ہیں ''سارا جوش ٹھنڈا ہو گیا، اب کس میں مناظرے کی دم ہے، یہ اعلیٰ حضرت کی دعا کا اثر ہے'' اس مناظرے کی مفصل کیفیت جناب حاجی عبد الرحمٰن (ماڑواری کل، شمالی ۲۴/پرگنہ) نے ''گنجینۂ مناظرہ'' کے نام سے ۱۳۳۴ھ میں شائع کیا۔

تصنیفی خدمات

آپ نے فکر رضا کی ترسیل کے لیے تحریری خدمات بھی انجام دی ہیں، جس کی تفصیل حسب ذیل ہیں:

(۱) سوانح ملک العلما: ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی صاحب تحریر فرماتے ہیں ''دوسری تحریر ملک العلما کی مختصر سوانح ہے، تاریخی اعتبار سے یہ تحریر سب سے قدیم تھی جو حضرت ملک العلما پر پہلے پہل لکھی گئی ہے، جس کا زمانہ ۱۳۳۳ھ یا ۱۳۳۴ھ اور لکھنے والے حضرت الحاج مولانا محمد لعل خان مدراسی ثم کلکتوی ہیں، مولانا کلکتوی اعلیٰ حضرت کے خلیفہ ہیں، ملک العلما کے محب و معاصر ہیں، تاریخ تحریر اور محرر ہر دو اعتبار سے یہ تحریر نہایت بہت اہم ہے۔''

(۲) تاریخ وہابیہ: بدنام زمانہ گستاخ رسول و اہل بیت محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تحریک وہابیت کی مختصر تاریخ ہے، آپ نے اس کتاب کے ذریعہ وہابیوں کی حقیقت آئینہ کی طرح قوم کے سامنے رکھ دی ہے۔

(۳) فتاویٰ بر عقائد وہابیہ و دیوبندیہ: اس کتاب میں علامہ کلکتوی نے وہابی علماء اور دیوبندی علما کے عقائد فاسدہ کا ذکر کیا ہے اور اس سلسلہ میں اکابر اہلسنت کے فتاویٰ کو شامل کر کے اس کتاب کی اہمیت کو مزید اجاگر فرمایا ہے، یہ کتاب ۱۳۳۵ھ میں کلکتہ سے شائع ہوئی۔

(۴) مخزن ہدایت: اس کتاب میں آپ نے سنت رسول اور اسلامی اخلاق و آداب کا تذکرہ کیا ہے جو دراصل انجمن اصلاح عقائد کے بینر تلے اصلاح عقائد و اصلاح معاشرہ کی تحریک چلی تھی، اسی کا پیغام تھا۔

(۵) خزانۂ کرامت: ۱۳۲۴ھ میں پٹنہ سے طبع ہوئی۔

(۶) یک گزوسہ فاختہ پیمناک۔

اس کے علاوہ آپ نے بہت سے مضامین تحریر فرمائی ہے جو ''ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ'' ''ماہنامہ الرضا بریلی شریف'' و ''دبدبہ سکندری رام پور'' ''الفقیہ امرتسر'' کی زینت بنے ہیں۔

اشاعتی خدمات

حضرت علامہ محمد لعل خاں کلکتوی نے اپنی جیب خاص سے مرشد برحق سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ اور علما اہل سنت کی پچاسوں سے زائد کتابیں اشاعت کر کے تقسیم کروائی ہے، ان میں چند کتابیں یہ ہیں:

(۱) تدبیر فلاح و نجات: علامہ کلکتوی نے مسلمانوں کی زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے بارگاہ سیدنا اعلیٰ حضرت میں ایک استفتاء کیا، حضرت محدث بریلوی نے اپنے چہیتے کی دلجوئی اور مسلمانوں کے فلاح و بہبود کے لیے ایک رسالہ ''تدبیر فلاح و نجات و اصلاح'' کے نام سے قلم زد کیا، جو ۱۹۱۲ء میں پہلی مرتبہ

آپ نے کلکتہ سے شائع کیا۔

(۲) مؤذن الاوقات: حضرت ملک العلما نے ۱۳۳۵ھ میں یہ رسالہ قلم فرمایا، ہندوستان کے لیے ۱۲ر درجہ عرض سے ۲۴ر درجہ عرض تک، ۲۳ر رسالوں کو مرتب کی ضرورت تھی، دس شہروں کے اوقات صوم وصلوٰۃ مختلف احباب کی ضرورت وفرمائش پر ان رسالوں کو تیار کیا گیا، جس میں کلکتہ کا عرض ۲۲ر درجہ حسب فرمائش حضرت علامہ کلکتوی ایک رسالہ بنام ''مؤذن الاوقات'' معرض وجود میں آیا۔

(۳) جواہر البیان: یہ کتاب الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان کا اردو ترجمہ ہے، حضرت علامہ کلکتوی علیہ الرحمہ کی فرمائش پر حضرت ملک العلما نے اردو میں ترجمہ کیا، علامہ کلکتوی نے ۱۳۳۳ھ میں اسے شائع کیا۔

سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے لٹریچر کی اشاعت میں حضرت حاجی (علامہ کلکتوی) صاحب کی خدمات بے مثال ہیں، حضرت صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ کی تفسیر ''خزائن العرفان فی تفسیر القرآن'' کی اشاعت میں بھی معاونت فرمائی۔ [تذکرہ خلفا اعلیٰ حضرت، ص ۳۲۰]

علامہ کلکتوی نے باقاعدہ علما اہل سنت کی کتابوں کی اشاعت کے لیے زکریا اسٹریٹ کلکتہ میں ایک مطبع بنام ''مطبع اہلسنت وجماعت'' قائم فرمایا تھا۔

ردتحریک ندوۃ العلما

مجلس علمائے اہلسنت کلکتہ کی دعوت پر ۱۷ر شعبان المعظم ریکم دسمبر ۱۹۰۱ء اکابرین علمائے اہلسنت کا قافلہ کلکتہ پہنچا، مجلس علمائے اہلسنت کلکتہ نے ہندوستان کے مختلف بلاد وامصار سے علما اہلسنت کو اظہار حق کے لئے مدعو کیا تھا، کیونکہ انہیں ایام میں ندوۃ العلما کا جلسہ کلکتہ میں ہونے والا تھا، علمائے اہلسنت جو ندوۃ العلما کے ابتدائی اجلاسوں میں شرکت کے بعد ارباب ندوہ میں غیر مقلدین، شیعہ، نیچری، دیوبندی، صلح کلیوں کی شمولیت پر احتجاجاً ندوہ سے علیحدہ ہو گئے تھے، ہمیشہ ندوہ کے مفسدات سے عوام اہلسنت کو آگاہ کرتے رہے، اور اس ضمن میں سفر بھی اختیار کرتے رہے، اجلاس پٹنہ کے موقع پر علمائے اہلسنت نے ایک مرتبہ پھر ارباب ندوہ کو مناظرہ کی دعوت دی، لیکن ندوی حضرات نے کوئی جواب نہیں دیا، چنانچہ طے کیا گیا کہ اس دعوت کی کلکتہ کے اجلاس کے موقع پر تجدید کی جائے، اس سلسلے حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا کے خلیفہ حضرت علامہ الحاج محمد لعل خاں قادری رضوی مدراسی نے جو کلکتہ میں مقیم تھے بڑا اہم کردار ادا کیا اور اس اجلاس ندوہ سے قبل دعوت مناظرہ کو بصورت اشتہار شائع کرا کے نہ صرف تقسیم کیا بلکہ اخبارات میں بھی شائع کیا، جس کے جواب میں مولوی نظام الدین ندوی نے مناظرہ کی دعوت قبول کرتے ہوئے منصفین کے دو بنچوں کے قیام کی ضرورت پر زور دیا، چنانچہ علمائے اہلسنت کلکتہ نے آٹھ حکم مقرر کئے جن میں استاذ زمن علامہ احمد حسن کانپوری، علامہ شاہ عبدالوہاب لکھنوی، استاذ العلما علامہ ہدایت اللہ جونپوری، علامہ محمد امین احمد فردوسی سجادہ نشین مخدوم بہار، مولانا شاہ بدر الدین پھلواری، مولانا عادل کانپوری ودیگر علما شامل تھے۔

متکلمین ومناظرین میں حافظ بخاری علامہ شاہ عبد الصمد سہسوانی ثم پھپھوندوی، امام المحدثین علامہ وصی احمد محدث سورتی، عید الاسلام علامہ عبد السلام جبلپوری، مجاہد سنیت مولانا قاضی عبد الوحید فردوسی عظیم آبادی اور مولانا حکیم مؤمن سجاد کانپوری شریک تھے، مناظرہ کی یہ دعوت ۱۶ر اگست ۱۹۰۱ء کے اخبار نصرت الاسلام کلکتہ میں شائع کی گئی، چنانچہ ارباب ندوہ کلکتہ پہنچے، اجلاس اختتام پذیر ہوا، مگر مناظرہ کی یہ دعوت جسے ابتداً قبول کرلیا گیا تھا، بعد میں خاموشی کے ساتھ رد کردی گئی، جو علما ے اہلسنت کے لئے کلکتہ میں ایک بڑی کامیابی تھی، مجلس اہلسنت کلکتہ کی دعوت پر جو علما ے اہلسنت کلکتہ پہنچے، ان میں مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی، مولانا عادل کانپوری، مولانا شاہ عبد الصمد سہسوانی، قاضی عبد الوحید عظیم آبادی، مولانا عبد السلام جبلپوری اور دیگر علما اہلسنت شامل تھے، اس موقع پر علما اہلسنت کے ایک وفد نے جس میں امام احمد رضا فاضل بریلوی، اور حضرت محدث سورتی شریک تھے، علامہ خیر الدین کلکتوی دہلوی

علیہ الرحمہ (پدر بزرگوار ابوالکلام آزاد) سے بھی ملاقات کی تھی، کلکتہ میں علماے اہلسنّت نے کئی روز قیام کیا اور عوام کو برابر مفاسد ندوہ سے آگاہ کراتے رہے۔ [تذکرہ محدث سورتی، ص ۱۷۱ تا ۱۷۳]

کلکتہ میں امام احمد رضا محدث بریلوی کی قیادت میں تحریک ندوہ کو جس قدر ناکامی ملی، چشم دید گواہ شہزادۂ استاذ زمن، خلیفہ وتلمیذ وداماد محدث بریلوی، حکیم الاسلام حضرت علامہ حسنین رضا خاں نوری رضوی بریلوی علیہ الرحمہ کی زبانی سماعت فرمائیں:

"ندوہ والے ان (بریلی شریف میں ذلت کے بعد) پسپائی سے یہ سمجھ بیٹھے کہ جان چھوٹی لاکھوں پائے، کلکتہ پہنچ کر اپنی تحریک میں جان ڈالیں گے، تیسرے اجلاس کے لیے کلکتہ پہنچ گئے، بہت سے دیوبندی مولویوں کو بھی اکٹھا کرلیا اور ندوہ تحریک کے لیے ان کی بڑی تعداد کلکتہ میں جمع ہوگئی، امام بریلوی قدس سرہ جو ان کے حیلوں سے اچھی طرح واقف تھے، تحفظ دین وملت کی خاطر ان حالات میں کب ان کا پیچھا چھوڑنے والے تھے، آپ اپنی جماعت کے ساتھ کلکتہ پہنچ گئے اور پوری قوت کے ساتھ ندوہ والوں کو تنبیہ کی کہ ندوہ کی تحریک نے اسلام میں جو ترمیم وتنسیخ کی ہے اس پر ایک بار گفتگو ہوجائے اور فرقہ پرستی کی لعنت سے مسلمانوں کو بچایا جائے، اس قسم کی نئی جماعت بنا کر مسلمانوں میں پھوٹ نہ ڈالی جائے، ساتھ ہی کلکتہ میں اہلسنت کے جلسے زور شور سے ہونے لگے، اصحاب ندوہ یہاں بھی ٹال مٹول کی پالیسی پر چلتے رہے اور آخر یہ تجویز پاس کرنے پر مجبور ہوگئے کہ ندوۃ العلما کا پروگرام عامۃ المسلمین کے سامنے رکھ کر جب تک استصواب نہ کرلیں گے ہم دوسری طرف متوجہ نہیں ہوں گے، اس جواب نے کلکتہ کے مسلمانوں کو ندوۃ العلما سے متنفر کردیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ندوہ کی اس تحریک کا سارا زور ختم ہوگیا۔" [ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی، مارچ ۱۹۷۳ء]

۱۳۲۱ھ میں علماء ندوہ کا جلسہ مدراس میں منعقد ہوا، علامہ مدراسی بغرض تبلیغ کلکتہ سے یہاں تشریف لائے اور حضرت علامہ عبد المجید ویلوری علیہ الرحمہ سے ساتھ مل کر بذریعہ تبلیغ ولٹریچر رد ندوہ میں بھرپور کام کیا، جس میں اہلسنت کو کامیابی ملی اور ندوی اپنے مذموم عزائم میں ناکام ہوئے، اس عظیم الشان کامیابی پر سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے آپ کو مبارکباد دی، ذیل میں سیدی اعلیٰ حضرت کا گرامی نامہ نقل کیا جاتا ہے:

بملاحظہ حامیٔ سنت ماحی بدعت جناب منشی محمد لعل خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد اللہ، اللہ عز وجل نے مدراس میں ندوہ مخذولہ پر آپ کو فتح بخشی، الحمد اللہ، اللہ تعالیٰ نے علما دین کی طرف راجع کیا، اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہاں میں بے شمار نعمتیں اور اجر عطا فرمائے اور آپ جیسے عالی ہمت، خادم سنت، ہادم بدعت اہلسنت میں پیدا فرمائے، آمین، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین آمین۔

میں سچ عرض کرتا ہوں کہ آپ اور مولانا قاضی عبد الوحید صاحب اور مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی کی شان کا ایک ایک سنی بھی ہر شہر میں پیدا ہوجائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اہل سنت کا طوطی بول جائے۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

رجب المرجب ۱۳۲۱ھ

بیعت وخلافت

حضرت علامہ شاہ محمد لعل خاں قادری رضوی برکاتی مدراسی کلکتوی علیہ الرحمہ مدراس کے مشہور ومعروف بزرگ مرشد برحق حضرت علامہ شاہ محی الدین قادری ویلوری قدس سرہ کے دست حق پرست پر مرید ہوئے، آپ کی دینی، ملی مسلکی، تصنیفی، تحریکی، تعلیمی اور اشاعتی خدمات نے چودھویں صدی کے مجدد برحق سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے دل کو اس قدر سرور بخشا کہ بارگاہ مجدد اعظم سے اجازت و خلافت کی عظیم دولت سے سرفراز کئے گئے اور آپ کی عظمت کو اجاگر کرتے ہوئے یہ شعر تحریر فرمایا کہ۔

جوہر منشی لعل پہ ہیرا کھا مرنے کو منگاتے یہ ہیں

(الاستمداد)

سیدنا اعلیٰ حضرت نے ایک مرتبہ اپنے پچاس خلفا کی ایک فہرست جاری کی تو اس میں ۴۲ ؍ واں نمبر پر تحریر فرمایا ”جناب حاجی مولوی منشی محمد لعل خان صاحب ملقب از جانب اعلیٰ حضرت بلقب حامی سنت ماحی بدعت ۲۲ ؍ زکریا اسٹریٹ کلکتہ، ناصر ملت، ماحی بدعت، مجاز طریقت۔“

حضرت علامہ محمد لعل خاں مدراسی کلکتوی علیہ الرحمہ کی خلافت کا روح پرور منظر ملاحظہ کریں:

”عرس سراپا قدس زبدۃ الواصلین، قدوۃ السالکین حضور پرنور آقائے نعمت، دریائے رحمت، اعلیٰ حضرت سیدنا سید شاہ آل رسول احمدی قادری برکاتی قدس سرہ السرمدی، مرشد برحق واصل الی الحق مجدد مأۃ ماضیہ، مؤید ملت طاہرہ، اعلیٰ حضرت مولانا مولوی مفتی احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی متع اللہ المسلمین بطول بقائہ بمقام بریلی شریف محلہ سوداگران ۱۶، ۱۷، ۱۸، ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۳ھ سہ شنبہ، چہار شنبہ، پنجشنبہ کو نہایت آب وتاب سے منعقد ہوا، یہ عرس بحمدہٖ جمیع ممنوعات شرعیہ سے پاک وصاف ہوتا ہے، ہر روز صبح کو ختم قرآن شریف ومجلس میلاد شریف اور علمائے کرام کے بیانات ہوئے، جب ۱۸ ؍ ذی الحجہ کو خود حضور پرنور اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس نے حسب معمول فضائل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومناقب سیدنا غوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرمائے، حاضرین پر نہایت رقت ووجد طاری تھی، ہر شخص کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، بعض حاضرین کو غش بھی آ گیا، جن حضرات کو اعلیٰ حضرت قبلہ کے بیانات سننے کا اتفاق ہوا ہے، وہ بیان کے اثر سے خوب واقف ہیں، مگر اس مرتبہ کا بیان خصوصیت کے ساتھ بہت زیادہ پر اثر تھا، بیان کی نفاست، مضمون کی ندرت کا کیا کہنا، ۱۸ ؍ ذی الحجۃ کی صبح کو بعد مجلس قل شریف کے حامی سنت، ماحی بدعت، حاجی منشی محمد لعل خان صاحب رضوی مدراسی نزیل کلکتہ کو تاج خلافت رضویہ سے سرفراز فرمایا اور سند خلافت عربی کو پڑھ کر حاضرین کی خواہش پر اس کا ترجمہ بھی بیان فرمایا، حاجی صاحب موصوف بفضلہ تعالیٰ نہایت پرجوش، مفتی، مقیمۂ سنی، حامی سنت، عدو بدعت، جان و مال سے تائید دین متین میں ہمیشہ ساعی رہتے ہیں، جس کے سبب وہ تاج فخر و شرف کے نہایت اہل تھے۔“

[حجۃ الاسلام نمبر، ص ۱۰۴، ۱۰۳، رضا بک ریو، پٹنہ، ۲۰۱۷ء]

بارگاہ رضا میں پذیرائی

آپ سیدی اعلیٰ حضرت کے شیدائی تھے، امام عشق ومحبت بھی آپ سے بے حد لگاؤ رکھتے تھے، ۱۳۱۹ھ ؍ ۱۹۰۲ء میں بریلی شریف حاضر ہوکر مرشد اجازت حضرت محدث بریلوی کی زیارت سے مشرف ہوئے، سیدی اعلیٰ حضرت آپ کے کارنامے سے بہت خوش ہوتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا:

”میں سچ عرض کرتا ہوں کہ آپ (علامہ کلکتوی اور مولانا قاضی عبدالوحید صاحب اور (حجۃ العصر) مولانا وصی احمد محدث سورتی کی شان کا ایک ایک سنی ہر شہر میں ہوجائے تو ان شاء اللہ اہل سنت کا طوطی بول جائے۔“ [مکاتیب رضا دوم، ص ۲۳۰]

حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ اپنے شاگرد رشید حضرت ملک العلما مفتی ظفر الدین رضوی بہاری کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں ”کلکتہ میں بھی ایک سنی عالم کی بہت ضرورت ہے، حاجی (علامہ کلکتوی) صاحب کو اللہ تعالیٰ برکات دے، تنہا اپنی ذات سے وہ کیا کیا کریں، سنیوں کی عام حالت یہی ہورہی ہے، جس کے پاس مال ہے انہیں دین کا کم خیال ہے اور جنہیں دین سے غرض ہے، افلاس کا مرض ہے، ورنہ کلکتہ میں دین کے لئے دو ہزار ماہوار بھی کوئی چیز نہیں، افسوس کہ ادھر نہ مدرس، نہ واعظ، نہ ہمت والے مالدار، ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں اور ایک لعل خاں کیا کیا بنائیں۔“ [ایضاً ص ۳۵۸]

آپ کی دینی خدمات کو سراہتے ہوئے حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں ”آپ (حضرت ملک العلما) اور مولانا حامی سنت ماحی بدعت حاجی محمد لعل خاں سلکما جو کچھ خدمت دین کر رہے ہیں، مولیٰ عزوجل برحمہ قبول فرمائے اور دو جہاں میں اس پر اجر جزیل عطا فرمائے اور بقیہ ص ۱۲ ؍ پر

از: مولانا محمد قمر الزماں مصباحی*

ملک العلما اور اصلاح معاشرہ

بہار کی زمین نہایت زرخیز واقع ہوئی ہے جہاں کی مٹی سے صاحب فضل و کمال، جامع شریعت و طریقت، ارباب فکر و بصیرت اور دانائے راز شخصیں پیدا ہوئیں، جنہوں نے علمی، ادبی، مذہبی، فقہی، روحانی اور سماجی ہر شعبے میں کارہائے نمایاں انجام دیں انہیں میں ایک معتبر اور روشن نام ملک العلما حضرت علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری قدس سرہ کا ہے، ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۹؍ اکتوبر ۱۸۸۵ء کو رسول پور میجرہ موجودہ ضلع نالندہ میں پیدا ہوئے۔

والد گرامی حضرت سید عبد الرزاق اشرفی علیہ الرحمہ نے اپنے مرشد پاک حضرت سید شاہ چاند بیتھوی رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۳۰۷ھ میں بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کروائی، اپنی نانہال بین میں مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، ۱۹۰۲ء میں مدرسہ حنفیہ پٹنہ آگئے اور مشکوۃ اور جلالین تک کی کتابیں پڑھیں وہاں سے کانپور، کانپور سے پیلی بھیت دار الحدیث میں حضور محدث سورتی علیہ الرحمہ سے درس حدیث لیا، ۱۳۲۱ھ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضری دی اور آپ ہی کو کاوشوں سے ۱۳۲۲ھ میں دار العلوم منظر اسلام کا قیام عمل میں آیا جس کے سبب سے پہلے طالب علم آپ ہوئے، تقریباً ۴؍ سال تک دار العلوم میں مختلف اساتذہ فن سے اکتساب فیض کرتے رہے اور بخاری شریف کا خصوصی درس امام احمد رضا قادری سے لیا، ۱۳۲۵ھ ماہ شعبان المعظم میں خانقاہ ردولی کے صاحب سجادہ حضرت شاہ التفات احمد قدس سرہ کے مبارک ہاتھوں آپ کے سر پر فضیلت کی دستار سجائی گئی، اسی موقع سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلسلہ عالیہ کی اجازت و خلافت، ملک العلماء و فاضل بہاری کے خطاب سے سرفراز فرمایا اور اسی سال ماہ شوال میں اپنے مادر علمی سے تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا، ۱۹۱۲ء میں مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں تفسیر و حدیث کے استاد مقرر ہوئے، ۱۹۱۵ء میں خانقاہ کبیریہ سہسرام میں منصب صدارت کو زینت بخشی، ۱۹۲۰ء میں دوبارہ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ آگئے، ۱۹۵۰ء میں پرنسپل کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے اور ۱۹۵۱ء سے جامعہ لطیفیہ کٹیہار میں صدر مدرس کی حیثیت سے تدریسی خدمات پر مامور ہوئے۔

اس طرح آپ کا تدریسی تصنیفی اور قلمی سفر ۱۹۰۷ء سے شروع ہو کر ۱۹۶۲ء ختم ہوتا ہے گویا آپ کی دینی مذہبی اور تبلیغی خدمات کا دائرہ نصف صدی سے زائد پر محیط ہے تصنیف و تالیف کا ذوق اٹھارہ سال کی عمر سے ہی آپ کے اندر جاگ چکا تھا اور سونے پر سوہاگہ یہ کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے فکر و قلم کی حسین چھاونی مل گئی پھر تو کُندن بننا ہی تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ کے بیان و زبان، لب و لہجہ، تحریر و تقریر اور تصنیف و تالیف سے رنگ رضا صاف طور پر نمایاں ہے تصنیفی دنیا میں آپ کی تحریر کے وقار و معیار کا ہر ایک کو اعتراف ہے سوانحی خاکہ ہو یا فقہ و افتاء، فکر و اعتقاد کی بحث ہو یا اصلاح عمل کی، ہر جگہ علمی صداقت، قلمی گہرائی اور دلائل کی فراوانی ہر سطر سے جھانکتی ہوئی دکھائی دیتی ہے نیز بے تکلفی اور سادگی و برجستگی کا عنصر بھی گہرا نظر آتا ہے، جب باطل عقیدے کے رد پر قلم اٹھاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قلم کی سیاہی کے ہر قطرے سے حضرت عمر کا جلال برس رہا ہے اور جب سماج اور معاشرے کے سدھار کی بات کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سنجیدہ لب و لہجہ کے زیریں لہروں سے کوئی زندہ دل انسان مسکرا رہا ہے حرف حرف سے اصلاح کے نور کی بارش ہو رہی ہے ہمدردی کے پھول جھڑ رہے ہیں اور محبتوں کی کلیاں تبسم ریز ہوں

*مضمون نگار الجامعۃ الرضویہ، مغل پورہ پٹنہ کے پرنسپل ہیں۔

اور ایک اچھے مصلح کی یہی سچی پہچان ہے کبھی وعظ و نصیحت کی شکل میں قوم کے اندر حُسن و عمل کی جوت جگائی، کبھی درس قرآن کی محفل سجا کر ان کی طہارت باطنی کا سامان فراہم کیا اور کبھی قلمی جہاد کر کے معاشرے میں پھیلی برائیوں کا خاتمہ کیا۔

ظفر الدین الجید، شکست سفاہت اور گنجینۂ مناظرہ ان تینوں کتابوں کا تعلق اصلاح فکر و اعتقاد سے ہے، ۱۹۴۷ء میں جب ملک کی آزادی کا آفتاب طلوع ہوا وہیں اگتے سورج کے بدن سے ہجرت کی سیاہ رات بھی نمودار ہوئی، پورے ملک میں ظلم وستم کی کالی کالی بدلیاں چھا گئیں، محافظ ڈاکو بن گئے، لاشیں خاک وخون میں تڑپنے لگیں آخر کار لوگ اپنا وطن چھوڑ کر پاکستان جانے لگے ایسے روح فرساں اور خوفناک حالات میں ترک وطن کرنے والوں کے خلاف، ''سد الفرار'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا اور اپنا ملک چھوڑ کر پاکستان جانے والوں سے کہا کہ یہ ہجرت نہیں اصل میں فرار ہے اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کریں اور ایک دردمند دل کی پکار کو آپ بھی محسوس کریں:

''آپ خوف وہراس سے بھاگ کر اپنے اسلاف کے کارناموں پر پانی پھیر رہے ہیں، اپنی قوم کو ہمیشہ کے لئے ذلیل وخوار کر رہے ہیں، مسلمانوں کو جو قلت میں ہیں ان کو اقلیت در اقلیت میں مبتلا کر رہے ہیں، کیا آپ کی غیرت اس کی متقاضی ہے کہ آپ کے آباء واجداد نے تو دار الکفر میں آ کر اسلام کا چراغ روشن کر کے خدا کے یہاں سرخ روئی حاصل کی تھی اور آپ اپنے اس فعل سے دار الاسلام سے اسلام کا چراغ بجھا کر اس کو دار الکفر بنا رہے ہیں، کیا آپ کی غیرت اس کی اجازت دیتی ہے کہ وہ مساجد جہاں آپ اور کے آباء واجداد اپنی پیشانیاں گھسا کرتے ہیں ان کو ویران چھوڑ کر جائیں، کیا آپ کی غیرت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ بزرگوں کے مزارات جن پر صندل لگا کر اپنی سعادت اور قلب وایمان کی ٹھنڈک محسوس کرتے رہے بھاگ کر ان کو کفار ومشرکین کی پامالی اور تذلیل کے لئے چھوڑ جائیں کہ ان کے جانور انہیں ناپاک کریں۔'' [تذکرۂ ملک العلما، ص ۲۹]

آج سے پچاس سال پہلے گاؤں دیہات میں علما کی کمی کی وجہ سے کم خواندہ حضرات میلاد پاک کی محفل میں بلائے جاتے جو موضوع اور غیر مستند روایات پڑھتے جس سے محفل کا اصل عرفان رخصت ہو جاتا انہیں حالات کے تناظر میں حضرت شاہ ارزاں علیہ الرحمہ کے صاحب سجادہ سید شاہ حامد حسین قدس سرہ کی فرمائش پر مستند اور معتبر روایت سے آراستہ ''میلاد رضوی'' کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی جس نے معاشرہ کی اصلاح میں بڑا کلیدی کردار ادا کیا، پورے پٹنہ شہر میں ''درس قرآن'' کی شروعات آپ ہی نے کی، جس کا مقصد لوگوں کو قرآن وسنت سے قریب کرنا، ان کے اندر ایمانی حرارت پیدا کرنا اور غیر شرعی حرکات سے مسلمانوں کو باز رکھنا اس اصلاحی اقدام میں بہت زبردست کامیابی ملی اور عوام الناس سے لیکر عصری علوم سے آراستہ طبقہ بھی آپ کے اصلاحی بیانات کو سن کر اسلام سے قریب ہوتا چلا گیا۔

آج کل تعزیہ داری میں جن خرافات کا مظاہرہ ہوتا ہے شریعت مطہرہ ان خرافات کی قطعی اجازت نہیں دیتی ہے جب آپ سے تعزیہ بنانے، مرثیہ پڑھنے، تعزیہ کے سامنے فاتحہ دینے کے بارے میں سوال ہوا تو ارشاد فرماتے ہیں:

''تعزیہ داری قطعاً بدعت وناجائز وحرام ہے ہاں روضۂ اقدس حضور سید الشہداء کے صحیح نقشے بقصد تبرک بے آمیزش منہیات اپنے پاس رکھنے میں کوئی حرج نہیں، ذکر شہادت شریف نظم ہو یا نثر میں جب کہ روایت صحیح مقبولہ سے ہو اور منکرات شرعیہ مثل کلمات توہین انبیا ومرسلین وملائکہ مقربین واہل بیت طاہرین وصلحائے مکرمین وغیرہ محرکات سے بالکل خالی ہو، بلاشبہ جائز ومستحسن وموجب ثواب ونزول رحمت وہاب ہے اور اگر تعزیہ میں پری یا براق وغیرہ کی تصویریں ہو تو حرام وگناہ ہے یہ مرثیہ کہ رائج ہیں مطلقاً حرام ہیں اور ان کا پڑھنا سننا اور سینہ کوبی وماتم ونوحہ سب حرام ہیں، حدیث میں ہے: نھی رسول اللہ ﷺ عن المراثی۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا مرثیوں سے۔'' [فتاویٰ ملک العلما ص ۲۶۳]

طوالت کے خوف سے انہیں چند باتوں پر بقیہ ص ۱۵ پر

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2017-19

APRIL 2018
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹20.00
PER YEAR : 250.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

माहनामा सुन्नी दुनिया

में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳
	Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर					
1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳
	Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर					
1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳
	Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर					
1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳
	Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी					
1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोटः–

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।
2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।
3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597